بقیہ فوائد صفحہ ۵۸۸ ۔ یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نا اتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے۔ (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے بس تم اپنے وعظ و نصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ روش نہ چھوڑو گے اور وعظ و نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف و عذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالینگے۔ ف۱۲ یعنی تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ اختلاف مذموم پیدا ہوتا، نہ اس طرح مبتلائے آفات ہوتے۔ پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بھلا بُرا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے۔ اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو۔ نہ عقل سے سمجھتے ہو نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ

اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اُس کی جس نے مجھکو بنایا ف۱ اور اُسی کی طرف سب پھر جاؤ گے ف۲ بھلا میں پکڑوں

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ

اُس کے سوا اوروں کو پُوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف تو کچھ کام نہ آئے مجھ کو اُن کی سفارش

شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ

اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں تو تو میں بھٹکتا رہوں صریح ف۳ میں یقین لایا

بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾

تمہارے رب پر مجھ سے سُن لو ف۴ حکم ہوا چلا جا بہشت میں ف۵ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کر لیں

بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي

کہ بخشا مجھ کو میرے ربّ نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں ف۶ اور اُتاری نہیں ہم نے

قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ

اس کی قوم پر اُسکے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم فوج نہیں اُتارا کرتے بس

كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا

یہی تھی ایک چنگھاڑ پھر اُسی دم سب بجھ گئے ف۷ کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی

يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

رسُول نہیں آیا اُن کے پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے کیا نہیں دیکھتے

اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ

کتنی غارت کر چکے ہم اُن سے پہلے جماعتیں کہ وہ ان کے پاس پھر کر نہیں آئینگی ف۸ اور اُن میں

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ښ

سب میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہو کر نہ آئیں ہمارے پاس پکڑے ہوئے ف۹ اور ایک نشانی ہے اُنکے واسطے زمین مُردہ

اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا

اُس کو ہم نے زندہ کر دیا اور نکالا اُس میں سے اناج سو اُسی میں سے کھاتے ہیں اور بنائے ہم نے اُس میں

ف۱۳ کہتے ہیں کہ اس مرد صالح کا نام حبیب تھا۔ شہر کے پرلے کنارے عبادت میں مشغول رہتا اور کسب حلال سے کھاتا تھا۔ فطری صلاحیت نے چُپ نہ بیٹھنے دیا۔ قصہ سُنتے ہی مرسلین کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کے لئے دَوڑتا ہوا آیا۔ مبادا اشقیاء اپنی دھمکیوں کو پورا کرنے لگیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرسلین کی آواز کا اثر شہر کے دور دراز حصّوں تک پہنچ گیا تھا۔

ف۱۴ یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اس کا پیغام لے کر آئے ہیں جو نصیحت کرتے ہیں اُس پر خود کاربند ہیں اخلاق، اعمال اور عادات و اطوار سب ٹھیک ہیں۔ بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں۔ کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے۔ پھر ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے کیوں قبول نہ کیا جائے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یہ اپنے اُوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا یعنی تم کو آخر کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اُس کی بندگی نہ کرو۔

ف۲ یعنی یہ مت سمجھنا کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ مطلب اُس سے نہیں رہا۔ نہیں، سب کو مرے پیچھے اُسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اُس وقت کی فکر کر رکھو۔

ف۳ یعنی کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اُس مہربان اور قادرِ مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کیجائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف سے نہ بذاتِ خود چھڑا سکیں نہ سفارش کر کے نجات دلا سکیں۔

ف۴ یعنی مجمع میں بے کھٹکے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا۔ اسے سب سُن رکھیں شاید مرسلین کو اس لئے سُنایا ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو اس لئے کہ سُن کر کچھ متاثر ہوں یا کم از کم دنیا ایک مومن کی قوتِ ایمان کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

ف۵ یعنی فوراً بہشت کا پروانہ مل گیا۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اُس کو نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ ادھر شہادت واقع ہوئی اُدھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از محشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

ف۶ قوم نے اُس کی دشمنی کی کہ مار ڈالا۔ اُس کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا کہ اگر میرا حال اور جو انعام و اکرام حق تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے معلوم کر لیں تو سب ایمان لے آئیں۔

ف۷ یعنی اُس کے بعد اُس کی قوم کفر و ظلم اور تکذیب مرسلین کی پاداش میں ہلاک کی گئی اور اس اہلاک کے لئے کوئی مزید اہتمام کرنا نہیں پڑا کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی جاتی، نہ حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ قوموں کی ہلاکت کے لئے بڑی بڑی فوجیں بھیجا کریں (یوں کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے فرشتوں کا لشکر بھیجدیں وہ دوسری بات ہے) وہاں تو بڑے بڑے مدعیوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک ڈانٹ کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا حال بھی یہی ہوا کہ فرشتوں نے ایک چیخ ماری اور سب کے سب اُسی دم بجھ کر رہ گئے۔

ف۸ یعنی دیکھتے اور سُنتے ہیں کہ دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے غارت ہو چکی ہیں جن کا نام و نشان مِٹ چکا۔ کوئی اُن میں سے لوٹ کر اِدھر واپس نہیں آئی۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں اس پر بھی عبرت نہیں ہوتی جب کوئی نیا رسُول آتا ہے وہ ہی تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے ہیں۔ جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ آج خاتم الانبیاء صلعم کے ساتھ کفار مکہ کا یہی معاملہ ہے۔

ف۹ یعنی وہ تو دنیا کا عذاب تھا، اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ یہ نہ سمجھو کہ ہلاک ہو کر اِدھر واپس نہیں آتے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں، سب کو پھر ایک دن خدا کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ جہاں بلا استثناء سب مجرم پکڑے ہوئے آئیں گے۔

ف۱ یعنی شاید شبہ گذرتا کہ مرے پیچھے پھر کس طرح زندہ ہوکر حاضر کیے جائینگے؟ اس کو یُوں سمجھا دیا کہ زمین خشک اور مُردہ پڑی ہوتی ہے پھر خدا اُس کو زندہ کرتا ہے کہ ایک دم لہلہانے لگتی ہے کیسے کیسے باغ و بہار، غلّے اور میوے اُس سے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم استعمال میں لاتے ہو۔ اسی طرح خیال کرلو کہ مُردہ ابدان میں رُوح حیات پھونک دی جائیگی۔ بہرحال مُردہ زمین اُنکے لئے ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے سے بعث بعد الموت اور حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت اور اُسکے انعام و احسان کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں (تنبیہ) اُوپر کی آیات میں ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ غذاب الٰہی سے ڈر کر راہ ہدایت اختیار کریں۔ آیات حاضرہ میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر گذاری کی طرف متوجہ ہوں اور یہ بھی سمجھیں کہ جو خدا مُردہ زمین کو زندہ کرتا رہتا ہے وہ ایمانی حیثیت سے ایک مُردہ قوم کو زندہ کردے، یہ کیا مشکل ہے۔ ف۲ یعنی یہ پھل اور میوے قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں، اُنکے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک انگور یا کھجور کا دانہ پیدا کرلیں۔ جو محنت اور تردّد باغ لگانے اور اُسکی پرورش کرنے میں کیا جاتا ہے اُس کو بار آور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور غور سے دیکھا جائے تو جو کام بظاہر اُنکے ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ بھی فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و طاقت اور اُسی کی مشیت و ارادہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر حیثیت سے اُسکی شکر گذاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ (تنبیہ) مترجم محقق رحمہ اللہ نے "وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ" میں "مَا" کو نافیہ لیا ہے۔

وَجَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ

باغ کھجور کے اور انگور کے اور بہا دیے اُس میں بعضے چشمے کہ کھائیں اُسکے

ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ

میووں سے ف۱ اور اُسکو بنایا نہیں اُنکے ہاتھوں نے، پھر کیوں شکر نہیں کرتے ف۲ پاک ذات ہے جس نے بنائے

الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا

جوڑے سب چیز کے اُس قسم سے جو اُگتا ہے زمین میں اور خود اُن میں سے اور اُن چیزوں میں

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ښ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ ۙ

کہ جنکی اُنکو خبر نہیں ف۳ اور ایک نشانی ہے اُنکے واسطے رات، کھینچ لیتے ہیں ہم اُس پر سے دن کو، پھر تبھی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ ۭ وَالْقَمَرَ

اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر ف۴ یہ سادھا ہے اُس زبردست باخبر نے ف۵ اور چاند کو

قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ

ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پھر آ رہا جیسے ٹہنی پرانی ف۶ نہ سورج

يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ

سے ہو کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی

فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ ۙ

ایک چکر میں پیرتے ہیں ف۷ اور ایک نشانی ہے اُنکے واسطے کہ ہم نے اُٹھالیا اُنکی نسل کو اس بھری ہوئی کشتی میں

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ

اور بنا دیا ہم نے اُنکے واسطے کشتی جیسی چیزوں کو جس پر سوار ہوتے ہیں ف۸ اور اگر ہم چاہیں تو اُنکو ڈبا دیں، پھر کوئی نہ پہنچے

لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾ وَ

اُنکی فریاد کو اور نہ وہ چھڑائے جائیں مگر ہم اپنی مہربانی سے اور اُن کا کام چلانے کو ایک وقت تک ف۹ اور

اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾

جب کہیے اُن کو بچو اُس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے اور جو پیچھے چھوڑتے ہو شاید تم پر رحم ہو

کما ہو دأب اکثر المتاخرین لیکن سلف سے عموماً "مَا" کا موصولہ ہونا منقول ہے اور اُسی کی تائید ابن مسعودؓ کی قرأت "وَمِمَّا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ" سے ہوتی ہے۔

ف۳ یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جنکی اُنہیں پوری خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت، مرد، نر مادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا، اُجالا، یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل و صورت کے دو جانور، بہرحال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل، کیونکہ مقابلہ یا مماثلت اُن چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق و مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔

ف۴ "سلخ" کہتے ہیں جانور کی کھال اُتارنے کو جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح سمجھ لو رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوتی ہے۔ جس وقت یہ نور کی چادر اُوپر سے اتار لی جاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہ جاتے ہیں اُسکے بعد پھر سورج اپنی مقررہ رفتار سے معین وقت پر آکر سب جگہ اُجالا کرتا ہے لیل و نہار کے ان تقلبات پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور بیشک وہ ہی ایک خدا لائق پرستش ہے جسکے ہاتھ میں ان عظیم الشان انقلابات کی باگ ہے۔ جن سے ہم کو مختلف قسم کے فوائد پہنچتے ہیں۔ نیز جو قادر مطلق رات کو دن سے تبدیل کرتا ہے، کیا کچھ بعید ہے کہ بذریعہ آفتاب رسالت کے دنیا سے جہالت کی تاریکیوں کو دُور کر دے لیکن رات دن اور چاند، سُورج کے طلوع و غروب کی طرح ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

ف۵ سُورج کی چال اور رستہ مقرر ہے اسی پر چلا جاتا ہے۔ ایک انچ یا ایک منٹ اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ جس کام پر لگا دیا ہے ہر وقت اس میں مشغول ہے کسی دم قرار نہیں۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانہ پر اُسے پہنچنا ہے پہنچتا ہے، پھر وہاں سے باذن خداوندی نیا دورہ شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہیگا۔ تا آنکہ ایک وقت آئیگا جب اُس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے اُدھر سے اُلٹا واپس آئے یہ ہی وقت ہے جب باب توبہ بند کر دیا جائیگا۔ کما ورد فی الحدیث الصحیح۔ بات یہ ہے کہ اُسکے طلوع و غروب کا یہ سب نظام اُس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جسکے انتظام کو کوئی دوسرا شکست نہیں کر سکتا، اور نہ اُسکی حکمت و دانائی پر کوئی حرف گیری کر سکتا ہے وہ خود جب چاہے اور جس طرح چاہے اُلٹ پلٹ کرے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔ (تنبیہ) اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے جس میں شمس کے تحت العرش سجدہ کرنے کا ذکر ہے۔ یہاں اُسکی تشریح کا موقع نہیں۔ اس پر ہمارا مستقل مضمون "سجود الشمس" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔ ملاحظہ کرلیا جائے۔

ف۶ سُورج کی طرح چاند ہمیشہ ایک طرح نہیں رہتا بلکہ روزانہ گھٹتا بڑھتا۔ اُس کی اٹھائیس منزلیں اللہ نے مقرر کر دی ہیں۔ اُنکو ایک معین نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ طے کرتا ہے پہلی آیۃ میں رات دن کا بیان تھا پھر سُورج کا ذکر کیا جس سے سالوں اور فصلوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ اب چاند کا تذکرہ کرتے ہیں جس کی رفتار سے قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ چاند سُورج مہینہ کے آخر میں ملتے ہیں تو چاند چُھپ جاتا ہے جب آگے بڑھتا ہے تو نظر آتا ہے پھر منزل بمنزل بڑھتا چلا جاتا اور چودھویں شب کو پورا ہوکر بعد میں گھٹنا شروع ہوتا ہے آخر رفتہ رفتہ اُسی پہلی حالت پر آپہنچتا اور کھجور کی پُرانی ٹہنی کی طرح پتلا، خمدار اور بے رونق سا ہوکر رہ جاتا ہے۔ ف۷ سُورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہو سکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سُورج اُس کو آدبائے یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اُڑالے یا رات سبقت کر کے دن کے ختم ہونے سے پہلے آجائے۔ جس زمانہ اور جس مُلک میں جو اندازہ رات، دن کا رکھ دیا ہے ان کو رات کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو سکیں۔ ہر ایک سیارہ اپنے اپنے مدار میں پڑا چکر کھا رہا ہے اُس سے ایک قدم اِدھر اُدھر نہیں ہٹ سکتا اور باوجود اس قدر سریع حرکت اور کھلی ہوئی فضا کے نہ ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے نہ مقررہ اندازہ سے زیادہ تیز یا سُست ہوتا ہے کیا یہ اس کا واضح نشان نہیں کہ یہ سب عظیم الشان مشینیں اور اُن کے

بقیہ فوائد صفحہ ۵۹۰ - تمام پُرزے کسی ایک زبردست مدبّر و دانا ہستی کے قبضۂ اقتدار میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر جو ہستی رات دن اور چاند سُورج کا ادل بدل کرتی ہے وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گی؟ (العیاذ باللہ) (تنبیہ) حضرت شاہ صاحبؒ "لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ" کی تعبیر کا نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ سُورج چاند آخیر مہینہ میں ملتے ہیں تو چاند پکڑتا ہے سُورج کو۔ سُورج چاند کو نہیں پکڑتا۔" اسی لئے "لَا الْقَمَرُ يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اَنْ يُّدْرِكَ الشَّمْسَ" نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم۔ **ف۸** یعنی حضرت نوحؑ کے زمانہ میں جب طوفان آیا تو آدم کی نسل کو اُس بھری ہوئی کشتی پر سوار کر لیا جو حضرت نوحؑ نے بنائی تھی۔ ورنہ انسان کا تخم باقی نہ رہتا۔ پھر اُسی کشتی کے نمونہ کی دوسری کشتیاں اور جہاز تمہارے لئے بنا دیے جن پر تم آج تک لدے پھرتے ہو۔ یا کشتیوں جیسی دوسری سواریاں پیدا کر دیں جن پر سوار ہوتے ہو مثلاً اُونٹ، جن کو عرب "سفائن البرّ" (خشکی کی کشتیاں) کہا کرتے تھے۔ **ف۹** یعنی یہ مُشتِ استخواں انسان! دیکھو کیسے خوفناک سمندروں کو کشتی کے ذریعہ عبور کرتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہازوں کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اُس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے۔ مگر یہ اُس کی مہربانی اور مصلحت ہے کہ اس طرح سب بحری سواریوں کو غرق نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اُس کی رحمت و حکمت مقتضی ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کام چلتا رہے۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ اِن نشانیوں کو نہیں سمجھتے نہ اُس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (۴۶)
اور کوئی حکم نہیں پہنچتا اُنکو اپنے رب کے حکموں سے جس کو وہ ٹلاتے نہ ہوں **ف۱**
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور جب کہئے اُن کو خرچ کرو کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ
ایمان والوں کو ہم کیوں کھلائیں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اُس کو کھلا دیتا **ف۲** تم لوگ تو بالکل
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۴۷) وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۴۸)
بہک رہے ہو صریح **ف۳** اور کہتے ہیں کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو **ف۴**
مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ (۴۹)
یہ تو راہ دیکھتے ہیں ایک چنگھاڑ کی جو اُن کو آپکڑیگی جب آپسمیں جھگڑ رہے ہونگے
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (۵۰) وَنُفِخَ
پھر نہ کر سکیں گے کہ کچھ کہہ ہی مریں اور نہ اپنے گھر کو پھر کر جا سکیں گے **ف۵** اور پھونکی جائے
فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا
صور پھر تبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف پھیل پڑینگے **ف۶** کہیں گے
يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ
اے خرابی ہماری کس نے اُٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے **ف۷** یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا رحمٰن نے اور سچ کہا تھا
الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا
پیغمبروں نے **ف۸** بس ایک چنگھاڑ ہو گی پھر اُسی دم وہ سارے ہمارے پاس
مُحْضَرُوْنَ (۵۳) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا
پکڑے چلے آئیں **ف۹** پھر آج کے دن ظلم نہ ہو گا کسی جی پر ذرا اور وہی بدلہ پاؤ گے جو
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۵۴) اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ (۵۵)
کرتے تھے **ف۱۰** تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک مشغلہ میں ہیں باتیں کرتے

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** سامنے آتا ہے جزا کا دن اور پیچھے چھوڑے اپنے اعمال یعنی جب کہا جاتا ہے کہ قیامت کی سزا اور بداعمالیوں کی شامت سے بچنے کی فکر کرو تا خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو۔ تو نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ ہمیشہ خدائی احکام سے رُوگردانی کرتے رہتے ہیں۔

ف۲ یعنی اور احکام الٰہی تو کیا مانتے، فقیروں مسکینوں پر خرچ کرنا تو اُن کے نزدیک بھی کارِ ثواب ہے لیکن یہ ہی مسلّم بات جب پیغمبر اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اُس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ ہم تو اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا نہیں چاہتے اگر اُس کی مشیت ہوتی تو ان کو فقیر و محتاج اور ہمیں غنی و تونگر نہ بناتا۔ خیال کرو اس حماقت اور بے حیائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ کیا خدا کسی کو دینا چاہے تو اُس کی یہ ہی ایک صورت ہے کہ خود بلا واسطہ رزق اُس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ اگر وسائط سے دلانا بھی اُسکی مشیت سے ہے تو تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اللہ اُن کو روٹی دینا نہیں چاہتا۔ یہ تو اُس کا امتحان ہے کہ اغنیا کو فقراء کی اعانت پر مامور فرمایا اور اُن کے توسط سے رزق پہنچانے کا سامان کیا جو اس امتحان میں ناکامیاب رہا اُسے اپنی بدبختی اور شقاوت پر رونا چاہئے۔ (تنبیہ) بعض سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بعض زنادقہ کے حق میں ہیں۔ اس صورت میں اُن کے اس قول کو تمسخر پر حمل نہ کیا جائیگا بلکہ حقیقت پر رکھیں گے۔

ف۳ اگر یہ جملہ کفار کے قول کا تتمہ ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں پڑے ہو۔ ایسے لوگوں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو جن کا خدا پیٹ بھرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کفار کو خطاب ہے کہ کس قدر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ گمراہی ہے نیک کام میں تقدیر کے حوالے کرنا اور اپنے مزے میں لالچ پر دوڑنا"۔

ف۴ یعنی یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں کب پوری ہوں گی۔ اگر سچے ہو تو جلد پوری کر کے دکھلا دو۔

ف۵ یعنی قیامت ناگہاں آپکڑیگی اور وہ اپنے معاملات میں غرق ہونگے جس وقت پہلا صور پھونکا جائیگا سب ہوش و حواس جاتے رہینگے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائینگے۔ اتنی فرصت بھی نہ ملیگی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی کو کچھ کہنا چاہیں تو کہہ گذریں یا جو گھر سے باہر تھے وہ گھر واپس جا سکیں۔ **ف۶** یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونگے اور فرشتے اُن کو جلد جلد دھکیل کر میدانِ حشر میں لے جائینگے۔ **ف۷** شاید نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان اُن پر نیند کی حالت طاری کر دی جائے۔ یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو اہون سمجھینگے اور نیند سے تشبیہ دینگے یا "مرقد" بمعنی "مضجع" کے ہو۔ نیند کی کیفیت سے تجرید کر لیجائے۔ واللہ اعلم۔ **ف۸** یہ جواب اللہ کی طرف سے اُس وقت ملیگا یا مستقبل کو حاضر قرار دیکر اب جواب دے رہے ہیں۔ یعنی کیا پوچھتے ہو کس نے اُٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو۔ یہ وہ ہی اُٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر برابر دیتے رہے تھے۔

ف۹ یعنی کوئی متنفس نہ بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکیگا۔ **ف۱۰** یعنی نہ کسی کی نیکی ضائع ہو گی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملیگی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہو گا اور جو نیک و بد کرتے تھے فی الحقیقت عذاب و ثواب کی صورت میں وہ ہی سامنے آ جائیگا۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ
وہ اور اُن کی عورتیں سایوں میں تختوں پر بیٹھے ہیں تکیہ لگائے اُنکے لئے وہاں ہے میوہ
وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا
اور اُنکے لئے ہے جو کچھ مانگیں ف۱ سلام بولنا ہے رب مہربان سے ف۲ اور تم الگ ہوجاؤ
الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا
آج اے گنہ گارو ف۳ میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو
الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ
شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے تمہارا اور یہ کہ پُوجو مجھ کو یہ راہ ہے
مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا
سیدھی ف۴ اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو پھر کیا تم کو سمجھ
تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ
نہ تھی یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا جا پڑو اس میں آج کے دن
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ
بدلہ اپنے کفر کا ف۵ آج ہم مُہر لگا دینگے اُن کے مُنہ پر اور بولینگے ہم سے اُنکے ہاتھ
وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ
اور بتلائینگے اُن کے پاؤں جو کچھ وہ کماتے تھے ف۶ اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں اُن کی
أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَاءُ
آنکھیں پھر دوڑیں رستہ پانے کو پھر کہاں سے سُوجھے اور اگر ہم چاہیں
لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ ع ۴
صورت مسخ کر دیں اُن کی جہاں کی تہاں پھر نہ آگے چل سکیں اور نہ وہ اُلٹے پھر سکیں ف۷
وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ
اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں اُسکی پیدائش میں پھر کیا اُن کو سمجھ نہیں ف۸ اور ہم نے نہیں سکھایا اُسکو شعر کہنا

ف۱ بہشت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہوگا۔ دنیا کی مکروہات سے چھوٹ کر آج یہ ہی اُن کا مشغلہ ہوگا۔ وہ اور اُن کی عورتیں آپس میں گھُل مل کر اعلیٰ درجہ کے خوشگوار سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہونگے۔ ہر قسم کے میوے اور پھل وغیرہ اُن کے لئے حاضر ہونگے۔ بس خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں طلب اور تمنا ہوگی وہ ہی دی جائے گی، اور منہ مانگی مُرادیں ملیں گی۔ یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا، آگے رُوحانی نعمتوں کی طرف "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ" سے اک ذرا سا اشارہ فرماتے ہیں۔

ف۲ یعنی اُس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائیگا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے بلاواسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائینگے اُس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا۔ اللّٰھم ارزقنا ہٰذہ النعمۃ العظمٰی بحرمۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

ف۳ یعنی جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصّہ نہیں۔ تمہارا مقام دوسرا ہے جہاں رہنا ہوگا۔

ف۴ یعنی اسی دن کے لئے تم کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑیگا۔ اگر ابدی نجات چاہتے ہو تو یہ سیدھی راہ پڑی ہوئی ہے اُس پر چلے آؤ اور اکیلے ایک خدا کی پرستش کرو۔

ف۵ یعنی افسوس اتنی نصیحت و فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچانتے۔ دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرۃ کے معاملہ میں اتنے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہ رہی۔ اب اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو۔ یہ دوزخ تیار ہے جس کا بصورت کفر اختیار کرنے کے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کفر کا ٹھکانا یہی ہے۔ چاہیئے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔

ف۶ یعنی آج اگر یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف نہ بھی کریں تو کیا ہونا ہے، ہم مُنہ پر مُہر لگا دینگے اور ہاتھ پاؤں کان آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائیگا کہ اُن کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں۔ چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہوگا اور اُن کے جرموں کی شہادت دیگا۔ کما قال تعالٰی "حَتّٰۤی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" (حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۳) وقال تعالٰی فی موضع آخر "قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ" (حٰمٓ السجدہ۔ رکوع ۳)

ف۷ یعنی جیسے انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں اگر ہم چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے اُنکی ظاہری بینائی چھین کر چٹ اندھا کر دیں کہ اِدھر اُدھر جانے کا راستہ بھی نہ سُوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے، ہم کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ پر ہم نے ایسا نہ چاہا اور ان جوارح و قویٰ سے ان کو محروم نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی آج وہ ہی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گواہی دینگے کہ ان بیہودوں نے ہم کو کن نالائق کاموں میں لگایا تھا۔

ف۸ یعنی آنکھیں چھین لینا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دینا کچھ مستبعد مت سمجھو۔ دیکھتے نہیں؟ ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح دیکھنے، سُننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے گویا بچپن میں جیسا کمزور و ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا، بڑھاپے میں پھر اُسی حالت کی طرف پلٹا دیا جاتا ہے۔ تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں اُن کی قوتیں سلب کر لیتا ہے، جوانی میں نہیں کر سکتا؟

ف۱ یعنی اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں۔ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تُک بندیاں ہوں، بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فنِ شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اُس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اُس وقت شعر کہنے کا طبعی سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفّیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچہ میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اُسے شاعری یا شعر کہنا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا۔ اور پڑھتے وقت اکثر اُس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔ غرض آپ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و غلو کے روشناس کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شاعریت کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جز محمود ہے تو اُس کی تاثیر اور دلنشینی ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اُس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اُسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اصلی روح نکال کر نثر میں ڈال دی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح و عاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگتے تھے۔ حالانکہ شعر و سحر کو قرآن سے کیا نسبت ؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر دنیا میں کبھی قومیت و رُوحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو۔ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں کا ہے کہ خدا کے حکم سے مُردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپ پہلے سے شاعر تھے شاعری سے ترقی کر کے نبی بن بیٹھے۔

ف۲ یعنی زندہ دل آدمی قرآن سُن کر اللہ سے ڈرے اور منکروں پر حجت تمام ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اُسکے فائدہ کو اور منکروں پر الزام اُتارنے کو۔"

ف۳ آیات تنزیلیہ کے بعد پھر آیات تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یعنی ایک طرف قرآن کی پند و نصیحت کو سُنو، اور دوسری طرف غور سے دیکھو کہ اللہ کے کیسے کیسے انعام و احسان تم پر ہوئے ہیں۔ اُونٹ، گائے، بکری، گھوڑے، خچر وغیرہ جانوروں کو تم نے نہیں بنایا اللہ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کو محض اپنے فضل سے اُن کا مالک بنا دیا کہ جہاں چاہو، بیچو اور جو چاہو کام لو۔

ف۴ دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ، قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیے۔ ہزاروں اُونٹوں کی قطار کو ایک خورد سال بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو کاٹ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے اُن کی کھال، ہڈی، اُون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کیے جاتے ہیں اُن کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں اِن ہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

ف۵ یعنی جس خدا نے یہ نعمتیں مرحمت فرمائیں اُس کا یہ شکر ادا کیا کہ اُس کے مقابل دوسرے حاکم اور معبود ٹھہرا لیے جنہیں سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں کام آئینگے اور مدد کرینگے سو یاد رکھو! وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی اُس وقت گرفتار ضرور کرا دینگے۔ تب پتہ لگیگا کہ جنکی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے تھے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔

ف۶ یعنی جب خود ہمارے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو آپ ان کی باتوں سے غمگین و دلگیر نہ ہوں۔ اپنا فرض ادا کر کے ہمارے حوالے کریں۔ ہم اُنکے ظاہری و

وَمَا يَنۢبَغِي لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ

اور یہ اُسکے لائق نہیں یہ تو خالص نصیحت ہے اور قرآن ہے صاف ف۱ تاکہ ڈر سنائے اُس کو

كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ

جس میں جان ہو اور ثابت ہو الزام منکروں پر ف۲ کیا اور نہیں دیکھتے وہ کہ ہم نے بنا دیے اُنکے واسطے

مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ

اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے چوپائے پھر وہ اُن کے مالک ہیں ف۳ اور عاجز کر دیا اُنکو اُنکے آگے

فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ

پھر اُن میں کوئی ہے اُنکی سواری اور کسی کو کھاتے ہیں اور اُنکے واسطے چارپایوں میں فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ

اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ

پھر کیوں شکر نہیں کرتے ف۴ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوائے اور حاکم کہ شاید اُن کی

يُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

مدد کریں نہ کر سکیں گے اُن کی مدد اور یہ اُن کی فوج ہو کر پکڑے آئینگے ف۵

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ

اب تو غمگین مت ہو اُن کی بات سے ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ف۶ کیا دیکھتا نہیں

الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَ

انسان کہ ہم نے اُس کو بنایا ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہوگیا جھگڑنے بولنے والا ف۷ اور

ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾

بٹھلاتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش، کہنے لگا کون زندہ کریگا ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں ف۸

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

تو کہہ اُن کو زندہ کریگا جس نے بنایا اُن کو پہلی بار اور وہ سب (ن) بنانا جانتا ہے ف۹

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اُس سے سُلگاتے ہو ف۱۰

باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دینگے۔

ف۷ یعنی انسان اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا، خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس پانی کی بوند کو وہ زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔

ف۸ یعنی دیکھتے ہو! خدا پر کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے۔ گویا اس قادرِ مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ آخر جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پُرانی اور کھوکھری، تو انہیں دوبارہ کون زندہ کریگا۔ ایسا سوال کرتے وقت اُسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرۂ ناچیز کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اپنی اصل پر نظر کر کے کچھ شرماتا اور کچھ عقل سے کام لیکر اپنے سوال کا جواب بھی حاصل کر لیتا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

ف۹ یعنی جسنے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اُسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ (وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ) اور اس قادرِ مطلق کے لئے تو سب ہی چیز آسان ہے پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں اُن کا ایک ایک ذرّہ اُسکے علم میں ہے۔

ف۱۰ یعنی اوّل پانی سے سبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اسی تر و تازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنا دیا جس سے اب تم آگ نکال رہے ہو۔ پس جو خدا ایسی متضاد صفات کو اَدل بدل کر سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے اُلٹ پھیر پر قادر نہیں؟ (تنبیہ) بعض سلف نے "شجر اخضر" (سبز درخت) سے خاص وہ درخت مراد لئے ہیں جنکی شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہو۔ جیسے بانس کا درخت ہے یا عرب میں مرخ اور عفار تھے۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی جس نے آسمان وزمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اُسے ان کافروں جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ **ف۲** یعنی کسی چھوٹی بڑی چیز کے پہلی مرتبہ یا دوبارہ بنانے میں اُسے دقّت ہی کیا ہوسکتی ہے اسکے ہاں توبس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہوجا! فوراً ہوئی رکھی ہے۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہوسکتی۔ (تنبیہ) میرے خیال میں اس آیت کو پہلی آیت کے ساتھ ملاکر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے خلق بدن کا ذکر تھا یہاں نفخ روح کا مطلب سمجھا دیا۔ واللہ اعلم۔ راجع فوائد سورۃ الاسراء تحت بحث الروح۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ
کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں بنا سکتا ان جیسے
بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانیوالا سب کچھ جاننے والا **ف۱** اُس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اُس کو ہو
فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾
وہ اُسی وقت ہوجائے **ف۲** سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے **ف۳**

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاثْنَتَانِ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ
سورۃ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ إِنَّ
قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہوکر **ف۴** پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر **ف۵** پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کر **ف۶** بیشک
إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ
حاکم تم سب کا ایک ہے **ف۷** رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے بیچ میں ہے اور رب
الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا
مشرقوں کا **ف۸** ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں **ف۹** اور بچاؤ بنایا
مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ
ہر شیطان سرکش سے **ف۱۰** سُن نہیں سکتے اُوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں اُن پر
مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ إِلَّا مَنْ خَطِفَ
ہر طرف سے بھگانے کو **ف۱۱** اور اُن پر مار ہے ہمیشہ کو **ف۱۲** مگر جو کوئی اچک لایا
الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ
جھپٹ سے پھر پیچھے لگا اُسکے انگارا چمکتا **ف۱۳** اب پوچھ ان سے کیا یہ بنانے مشکل ہیں یا جتنی

ف۳ یعنی وہ اعلیٰ ترین ہستی جس کے ہاتھ میں فی الحال بھی اُوپر سے نیچے تک تمام مخلوقات کی زمام حکومت ہے اور آیندہ بھی اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پاک ہے عجز بسفہ اور ہر قسم کے عیب و نقص سے۔ تم سورۃ یٰسٓ وللہ الحمد والمنۃ۔

ف۴ یعنی جو صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں، خواہ فرشتے ہوں جو حکم الٰہی سُننے کو اپنے اپنے مقام پر درجہ بدرجہ کھڑے ہوتے ہیں یا عبادت گذار انسان جو نماز اور جہاد وغیرہ میں صف بندی کرتے ہیں۔ (تنبیہ) قسم محاورات میں تاکید کے لئے ہے جو اکثر منکر کے مقابلہ میں استعمال کی جاتی ہے لیکن بسا اوقات محض ایک مضمون کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور قرآن کریم کی قسموں کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً مقسم بہ، مقسم علیہ کے لئے بطور ایک شاہد یا دلیل کے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۵ یعنی جو فرشتے شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں تا استراق سمع کے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں یا بندوں کو نیکی کی بات سمجھا کر معاصی سے روکتے ہیں یا وہ نیک آدمی جو خود اپنے نفس کو بدی سے روکتے اور دوسروں کو بھی شرارت پر ڈانٹتے جھڑکتے رہتے ہیں خصوصاً میدانِ جہاد میں کفار کے مقابلہ پر اُن کی ڈانٹ ڈپٹ بہت سخت ہوتی ہے۔

ف۶ یعنی وہ فرشتے یا آدمی جو اللہ کے احکام سننے کے بعد پڑھتے اور یاد کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے بتانے کو۔

ف۷ بیشک آسمان پر فرشتے اور زمین پر خدا کے نیک بندے ہر زمانہ میں قولاً و فعلاً شہادت دیتے رہے ہیں کہ سب کا مالک و معبود ایک ہے اور ہم اسی کی رعیّت ہیں۔

ف۸ شمال سے جنوب تک ایک طرف مشرقیں ہیں۔ سُورج کی ہر روز کی جُدا اور ہر ستارے کی جُدا۔ یعنی وہ نقطے جن سے اُن کا طلوع ہوتا ہے اور دوسری طرف اتنی ہی مغربیں ہیں۔ شاید مغارب کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا کہ مشارق سے بطور مقابلہ کے خود ہی سمجھ میں آجائینگی۔ اور ایک حیثیت سے طلوع شمس و کواکب کو حق تعالیٰ کی شان حکومت و عظمت کے ثابت کرنے میں بہ نسبت غروب کے زیادہ دخل ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی اندھیری رات میں یہ آسمان بیشمار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت، مزین اور پُر رونق معلوم ہوتا ہے

ف۱۰ یعنی تاروں سے آسمان کی زینت و آرائش ہے۔ اور بعض تاروں کے ذریعہ سے جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ٹوٹنے والے ستارے کیا ہیں۔ آیا کواکب نوریہ کے علاوہ کوئی مستقل نوع کواکب کی ہے یا کواکب نوریہ کی شعاعوں ہی سے ہوا متکیف ہوکر ایک طرح کی آتش سوزاں پیدا ہوجاتی ہے یا خود کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر گرتے ہیں؟ اس میں علماء و حکماء کے مختلف اقوال ہیں بہرحال ان کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو رجم شیاطین کا کام بھی اُن سے لیا جاتا ہے۔ اِس کی کچھ تفصیل سورۂ "حجر" کے فوائد میں گذر چکی ملاحظہ کرلی جائے۔

ف۱۱ اُوپر کی مجلس سے مراد فرشتوں کی مجلس ہے۔ یعنی شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی بات وحی الٰہی کی سُن آئیں۔ جب ایسا ارادہ کر کے اُوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں اُدھر ہی سے فرشتے دھکے دے کر اور مار مار کر بھگا دیتے ہیں۔

ف۱۲ یعنی دنیا میں ہمیشہ یوں ہی مار پڑتی رہیگی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔

ف۱۳ یعنی اسی بھاگ دوڑ میں جلدی سے کوئی ایک آدھ بات اُچک لایا۔ اس پر بھی فرشتے شہاب ثاقب سے اُس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل سورۂ "حجر" کے شروع میں گذر چکی۔

خَلَقْنَا ۭ إِنَّا خَلَقْنٰهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴿١٢﴾
خلقت کہ ہم نے بنائی ف۱ ہمنے ہی انکو بنایا ہے ایک چپکتے گارے سے ف۲ بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے ف۳

وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوا
اور جب انکو سمجھائیے نہیں سوچتے اور جب دیکھیں کچھ نشانی ہنسی میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں

إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا
اور کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ف۴ کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں تو کیا ہم کو

لَمَبْعُوثُونَ ﴿١٦﴾ أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَأَنتُمْ دَاخِرُونَ ﴿١٨﴾
پھر اٹھائینگے کیا اور ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی ف۵ تو کہہ کہ ہاں اور تم ذلیل ہوگے

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هٰذَا
سو وہ اٹھانا تو یہی ہے ایک جھڑکی پھر اُسی وقت یہ لگیں گے دیکھنے ف۶ اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ

يَوْمُ الدِّينِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢١﴾
آگیا دن جزا کا ف۷ یہ ہے دن فیصلہ کا جس کو تم جھٹلاتے تھے ف۸

احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن
جمع کرو گنہگاروں کو اور انکے جوڑوں کو اور جو کچھ پوجتے تھے ف۹

دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم
اللہ کے سوائے پھر چلاؤ اُن کو دوزخ کی راہ پر ف۱۰ اور کھڑا رکھو اُن کو اُن سے

مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾
پوچھنا ہے ف۱۱ کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے، کوئی نہیں وہ آج اپنے آپ کو پکڑواتے ہیں ف۱۲

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا
اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر

عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم
داہنی طرف سے ف۱۳ وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمارا تم پر کچھ

الربع ع ۵/۲

ف۱ یعنی منکرین بعث سے دریافت کیجئے کہ آسمان، زمین، ستارے فرشتے، شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا اُن کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود اُن کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے اُسے ان کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔

ف۲ یعنی اُن کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے۔ ایک طرح کے چپکتے گارے سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا۔ آج اُس کے یہ دعوے ہیں کہ آسمان و زمین کا بنانے والا اُس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے تجھ کو مٹی سے بنایا دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

ف۳ یعنی تجھ کو اُن پر تعجب آتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ (نبی) کس قسم کی بے سروپا باتیں کر رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

ف۴ یعنی نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں اُنہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اُڑا دیتے ہیں۔

ف۵ وہ ہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں کہ صاحب جب ہمارا بدن خاک میں مل کر مٹی ہوگیا صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے۔ شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر از سرِ نو زندہ کر کے کھڑے کر دیے جائینگے۔

ف۶ یعنی ہاں ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اُس وقت ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔

ف۷ یعنی ایک ڈانٹ میں سب اُٹھ کھڑے ہونگے اور حیرت و دہشت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں گے (یہ ڈانٹ یا جھڑکی نفخ صور کی ہوگی)

ف۸ یعنی یہ تو سچ مچ جزا کا دن آپہنچا جس کی انبیاء خبر دیتے اور ہم ہنسی اُڑایا کرتے تھے۔

ف۹ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا۔

ف۱۰ یہ حکم ہوگا فرشتوں کو کہ ان سب کو اکٹھا کر کے دوزخ کا راستہ بتاؤ (تنبیہ) "ازواج" (جوڑوں) سے مراد ہیں ایک قسم کے گنہ گار یا اُن کی کافر بیویاں۔ اور "وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ" سے اصنام و شیاطین وغیرہ مراد ہیں۔

ف۱۱ حکم کے بعد کچھ دیر ٹھہرائینگے تاکہ اُن سے ایک سوال کیا جائے جو آگے "مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ" میں مذکور ہے۔

ف۱۲ یعنی دنیا میں تو "نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ" کہا کرتے تھے (کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں) آج کیا ہوا کہ کوئی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک بدون کان ہلائے ذلیل ہو کر پکڑا ہوا چلا آرہا ہے۔

ف۱۳ "یمین" (داہنے ہاتھ) میں عموماً زور و قوت زائد ہوتی ہے یعنی تم ہی تھے جو ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر اور مرعوب کر کے۔ یا یمین سے مراد خیر و برکت کی جانب لی جائے یعنی تم ہی تھے کہ ہم پر چڑھائی کرتے تھے بھلائی اور نیکی سے روکنے کے لئے۔ یہ گفتگو اتباع اور متبوعین (زبردستوں اور زیردستوں) کے درمیان ہوگی۔

مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا

زور نہ تھا پر تم ہی تھے لوگ حد سے نکل چلنے والے ، سو ثابت ہوگئی ہم پر بات ہمارے رب کی ، بیشک ہم کو

لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ

مزہ چکھنا ہے ہم نے تم کو گمراہ کیا جیسے ہم خود تھے گمراہ ف١ سو وہ سب اُس دن تکلیف میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا

شریک ہیں ف٢ ہم ایسا ہی کرتے ہیں گنہ گاروں کے حق میں وہ تھے کہ

قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا

اُن سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے ف٣ اور کہتے کیا ہم چھوڑ دیں گے

اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ ط بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾

اپنے معبودوں کو کہنے سے ایک شاعر دیوانہ کے کوئی نہیں وہ لیکر آیا ہے سچا دین اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو ف٤

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ ج وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾ لا

بیشک تم کو چکھنا ہے عذاب دردناک اور وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے ف٥

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾ ۙ فَوَاكِهُ ۚ

مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے ف٦ وہ لوگ جو ہیں اُن کے واسطے روزی ہے مقرر میوے ف٧

وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ ۙ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ ۙ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾

اور اُن کی عزت ہے ف٨ نعمت کے باغوں میں تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾ ۙ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾ ج

لوگ لئے پھرتے ہیں اُن کے پاس پیالہ شراب صاف کا سفید رنگ مزہ دینے والی پینے والوں کو

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

نہ اُس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اُس کو پی کر بہکیں ف٩ اور اُن کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں

عِيْنٌ ﴿٤٨﴾ ۙ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

بڑی آنکھوں والیاں ف١٠ گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے ف١١ پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف

ف١ یعنی خود تو ایمان نہ لائے ہم پر الزام رکھتے ہو۔ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے لوث ناصحین کا کہنا نہ مانا اور ہمارے بہکائے میں آگئے اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ رہے ہم سو ظاہر ہے خود گمراہ تھے، ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے، ہم نے وہ ہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تم کو کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ ہمارے چکموں میں آگئے۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی اور اُس کی وہ ہی بات "لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ الخ" ثابت ہو کر رہی۔ آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں اور بدمعاشیوں کا مزہ چکھنا ہے۔

ف٢ یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے۔

ف٣ یعنی اُن کا کبر و غرور مانع ہے کہ نبی کے ارشاد سے یہ کلمہ (لا الٰہ الا اللہ) زبان پر لائیں جس سے اُن کے جھوٹے معبودوں کی نفی ہوتی ہے خواہ دل میں اُسے سچ ہی سمجھتے ہوں۔

ف٤ یعنی شاعروں کا جھوٹ تو مشہور ہے۔ پھر اُس راستباز ہستی کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے اور سارے جہان کے سچوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا مجنون اور دیوانے ایسے سچے صحیح اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں؟

ف٥ یعنی انکار توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہِ رسالت میں کر رہے ہو۔ جو کچھ کرتے تھے ایک دن سب سامنے آجائیگا۔

ف٦ یعنی اُن کا کیا ذکر۔ وہ تو ایک قسم ہی دوسری ہے جس پر حق تعالیٰ نوازش و کرم فرمائیگا۔

ف٧ یعنی عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے۔ جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلادی ہے جیسے فرمایا "لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (واقعہ۔ رکوع ١)

ف٨ خدا ہی جانے کیا کیا اعزاز و اکرام ہونگے۔

ف٩ یعنی مزہ اور نشاط پورا ہوگا۔ اور دنیا کی شراب میں جو خرابیاں آتی ہیں اُن کا نام و نشان نہ ہوگا نہ سرگرانی ہوگی نہ نشہ چڑھیگا، نہ قے آئے گی، نہ پھیپھڑے وغیرہ خراب ہوں گے، نہ اُس کی نہریں خشک ہو کر ختم ہو سکیں گی۔

ف١٠ یعنی شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی حوریں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھیں۔

ف١١ یعنی صاف و شفاف رنگ ہوگا جیسے انڈا جس کو پرند اپنے پروں کے نیچے چھپائے رکھے کہ نہ داغ لگے نہ گرد و غبار پہنچے۔ یا انڈے کے اندر کی سفید تہ جو سخت چھلکے کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شتر مرغ کے انڈے مراد ہیں جو بہت خوشرنگ ہوتے ہیں۔ بہرحال تشبیہ صفائی یا خوشرنگ ہونے میں ہے سفیدی میں نہیں چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ "كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ" (رحمٰن۔ رکوع ٢)

يَتَسَآءَلُونَ ۝٥٠ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝٥١ يَقُولُ
لگے پوچھنے بولا ایک بولنے والا اُن میں میرا تھا ایک ساتھی کہا کرتا

أَءِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝٥٢ أَءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَءِنَّا
کیا تو یقین کرتا ہے کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو

لَمَدِينُونَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُّطَّلِعُونَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَآءِ
جزا ملے گی ف۱ کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے ف۲ پھر جھانکا تو اُس کو دیکھا بیچوں بیچ

الْجَحِيمِ ۝٥٥ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِينِ ۝٥٦ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ
دوزخ کے بولا قسم اللہ کی تو تو مجھ کو ڈالنے لگا تھا گڑھے میں اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی

مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝٥٧ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝٥٨ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا
ہوتا انہی میں جو پکڑے ہوئے آئے ف۳ کیا اب ہم کو مرنا نہیں مگر جو پہلی بار مرچکے اور

نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝٥٩ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هَٰذَا
ہم کو تکلیف نہیں پہنچنے کی بیشک یہی ہے بڑی مراد ملنی ایسی چیزوں کیواسطے

فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ۝٦١ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۝٦٢ إِنَّا
چاہیے محنت کریں محنت کرنے والے ف۴ بھلا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت سیہنڈ کا ہم نے

جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝٦٣ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝٦٤
اُس کو رکھا ہے ایک بلا ظالموں کے واسطے وہ ایک درخت ہے کہ نکلتا ہے دوزخ کی جڑ میں ف۵

طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝٦٥ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ
اُس کا خوشہ جیسے سر شیطان کے ف۶ سو وہ کھائینگے اُس میں سے پھر بھریں گے

مِنْهَا الْبُطُونَ ۝٦٦ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ۝٦٧ ثُمَّ إِنَّ
اُس سے پیٹ پھر اُن کے واسطے اُس کے اوپر ملونی ہے جلتے پانی کی ف۷ پھر اُن کو

مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۝٦٨ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَآءَهُمْ ضَآلِّينَ ۝٦٩ فَهُمْ عَلَىٰٓ
لے جانا آگ کے ڈھیر میں ف۸ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بہکے ہوئے سو وہ اُنہی

ف۱ یعنی یارانِ جلسہ جمع ہونگے اور شراب طہور کا جام چل رہا ہوگا۔ اس عیش و تنعم کے وقت اپنے بعض گذشتہ حالات کا مذاکرہ کرینگے۔ ایک جنتی کہیگا کہ میاں دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اُس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص مٹی میں مل جائے اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں، پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے ازسرِنو زندہ کر دیں؟ بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کرسکتا ہے؟

ف۲ یعنی وہ ساتھی یقیناً دوزخ میں پڑا ہوگا۔ آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ (یہ اُس جنتی کا مقولہ ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقولہ اللہ کا ہے یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم جھانک کر اُس کو دیکھنا چاہتے ہو)

ف۳ یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائیگا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئیگا۔ کہیگا، کمبخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دستگیری فرمائی جو اس مصیبت سے بچالیا اور میرا قدم راہِ ایمان و عرفان سے ڈگنے نہ دیا ورنہ آج مَیں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا۔ اور اس دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

ف۴ اُس وقت فرطِ مسرت سے کہے گا کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اُس پہلی موت کے سِوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی تنعم و رفاہیت میں ہمیشہ رہینگے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی تحصیل کے لئے چاہیے کہ ہر طرح کی محنتیں اور قربانیاں گوارا کی جائیں۔

ف۵ اُوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سُناتے ہیں۔ "زقوم" کسی درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا، بدذائقہ ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں تھوہر، یا سیہنڈ، دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک درخت اُگایا ہے اُس کو یہاں "شجرۃ الزقوم" سے موسوم کیا۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں۔ کیونکہ جب دوزخی بھوک سے بیقرار ہونگے تو یہی کھانے کو دیا جائیگا اور اُس کا حلق سے اُتارنا یا اُترنے کے بعد ایک خاص اثر پیدا کرنا سخت تکلیف دہ اور مستقل عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اُس کا ذکر سن کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر اُگا۔ (حالانکہ ممکن ہے اُس کا مزاج ہی ناری ہو جیسے آگ کا کیڑا "سمندر" آگ میں زندہ رہتا ہے اور سہارنپور کے کمپنی باغ میں بعض درختوں کی تربیت آگ کے ذریعہ سے ہوتی ہے) کسی نے کہا "زقوم" فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں انہیں سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بُلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں گے۔

ف۶ یعنی سخت بدنما شیطان کی صورت، یا شیاطین کہا سانپوں کو یعنی اُس کا خوشہ سانپ کے سر کی طرح ہوگا جیسے ہمارے ہاں ایک درخت کو اسی تشبیہ سے "ناگ پھن" کہتے ہیں۔

ف۷ "زقوم" کھا کر پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائیگا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آپڑینگی "فقطع امعاءھم" (محمد رکوع ۲) اعاذنا اللہ منہا۔

ف۸ یعنی بہت بھوکے ہونگے تو آگ سے ہٹا کر یہ کھانا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دینگے۔

ف۱ یعنی پچھلے کافر اگلوں کی اندھی تقلید میں گمراہ ہوئے جس راہ پر انہیں چلتے دیکھا اُسی پر دَوڑ پڑے، کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا۔ ف۲ یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے آتے رہے۔ آخر جنہوں نے نہ سُنا اور نہ مانا دیکھ لو! اُن کا انجام کیسا ہوا۔ بس اللہ کے وہ ہی چُنے ہوئے بندے محفوظ رہے جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ڈر سب ہی کو سُناتے ہیں اُن میں نیک بچتے ہیں اور بد کھپتے ہیں۔" آگے بعض منذِرین (بالکسر) اور منذَرین (بالفتح) کے قصّے سُنائے جاتے ہیں۔ مکذبین کی عبرت اور مومنین کی تسلّی کے لئے۔

ف۳ تقریباً ہزار سال تک حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے۔ مگر اُن کی شرارت اور ایذا رسانی برابر بڑھتی رہی۔ آخر حضرت نوحؑ نے مجبور ہو کر اپنے بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ "فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (القمر) اے پروردگار! میں مغلوب ہوں آپ میری مدد کو پہنچیئے دیکھ لو کہ اللہ نے اُن کی پکار کیسی سُنی اور مدد کو کس طرح پہنچا۔ نوح علیہ السلام کو مع اُن کے گھرانے کے رات دن کی ایذا سے بچایا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت اُنکی حفاظت کی۔ اور تنہا اُس کی اولاد سے زمین کو آباد کر دیا۔ اور رہتی دنیا تک اُس کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت اُن پر سلام بھیجتی ہے اور سارے جہان میں "نوح علیہ السلام" کہہ کر یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تو نیک بندوں کا انجام ہوا۔ دوسری طرف اُن کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیے گئے۔ آج اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ اپنی حماقتوں اور شرارتوں کی بدولت دنیا کا بیڑا غرق کرا کر رہے۔ (تنبیہ) اکثر علماء کا قول یہ ہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں (سام، حام، یافث) کی اولاد سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہٖ۔

ف۴ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں، اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اسی لئے ابراہیم کو نوح (علیہم السلام) کے گروہ سے فرمایا۔ "وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ" (مومنون۔ رکوع ۴)

ف۵ یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی خرخشوں سے آزاد ہو کر انکسار و تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا۔ اور اپنی قوم کو بھی بُت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔

ف۶ یعنی یہ آخر پتھر کی مورتیاں چیز کیا ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟

ف۷ یعنی کیا اُس کے وجود میں شُبہ ہے؟ یا اُس کی شان و رتبہ کو نہیں سمجھتے جو (معاذ اللہ) پتھروں کو اُس کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ یا اس کے غضب و انتقام کی خبر نہیں؟ جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو۔ آخر بتلاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے۔

ف۸ اُن کی قوم میں نجوم کا زور تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے دکھلانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں۔ یہ ہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا۔ تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنیوالی ہے) بہرحال حضرت ابراہیمؑ کی مُراد صحیح تھی۔ لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لئے شہر سے باہر جا رہے تھے۔ یہ کلام سُن کر حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہ ہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ بُت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا "یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوتے ہیں کیوں نہیں کھاتے"۔ باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے۔ (تنبیہ) تقریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیم کا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا، ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقع تھا۔ اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں۔ بلکہ توریہ ہے اور اس طرح کا "توریہ" مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے۔ جیسے حدیث ہجرت میں "مِمَّنِ الرَّجُلُ" کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا "مِنَ الْمَآءِ" اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رَجُلٌ یَّهْدِیْنِی السَّبِیْلَ" ہاں چونکہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبۂ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا۔ اس لئے بقاعدہ حسنات الابرار سیئات المقربین "حدیث میں اس کو "ذنب" قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔ ف۹ جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ تم بولتے کیوں نہیں یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی لیکن انسانوں کی روح تم میں نہ ڈال سکے۔ پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان، بے حس و حرکت انسان کے سامنے سربسجود ہوں اور اپنی مہمات میں اُن سے مدد طلب کریں؟ ف۱۰ یعنی زور سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ پہلے غالباً سورۂ انبیاء میں یہ قصّہ مفصّل گذر چکا ہے۔

اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
کے قدموں پر دَوڑتے ہیں ف۱ اور بہک چکے ہیں اُن سے پہلے بہت لوگ اگلے اور ہم نے بھیجے ہیں
فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ
اُن میں ڈر سُنانے والے اب دیکھ کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنٰهُ
اللہ کے ہیں چُنے ہوئے ف۲ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر، اور بچا دیا اُسکو
ع ۳/۵ ۶
وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا
اور اُسکے گھر کو اُس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھا اُسکی اولاد کو وہی باقی رہنے والے، اور باقی رکھا
عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى
اُس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾
نیکی والوں کو وہ ہے ہمارے ایمان دار بندوں میں پھر ڈبا دیا ہم نے دوسروں کو ف۳
وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾ اِذْ قَالَ
اور اُسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم ف۴ جب آیا اپنے رب کے پاس لیکر دل نِروگا ف۵ جب کہا
لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٨٥﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿٨٦﴾
اپنے باپ کو اور اُس کی قوم کو تم کیا پُوجتے ہو کیا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو اللہ کے سوائے چاہتے ہو ف۶
فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ اِنِّىْ
پھر کیا خیال کیا ہے تم نے پروردگار عالم کو ف۷ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں پھر کہا میں
سَقِيْمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا
بیمار ہونیوالا ہوں، پھر پھر گئے وہ اُس سے پیٹھ دے کر پھر جا گھسا اُنکے بتوں میں پھر بولا تم
تَاْكُلُوْنَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٩٣﴾
کیوں نہیں کھاتے ف۸ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے ف۹ پھر گھسا اُن پر مارتا ہوا داہنے ہاتھ سے ف۱۰

ف۱ لوگ جب اپنے میلے ٹھیلے سے واپس آئے، دیکھا بُت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھا کہ ابراہیم کے سوا یہ کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ سب اُن کی طرف جھپٹ پڑے۔ ف۲ یعنی جس کسی نے بھی توڑا۔ مگر تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیوں ہو؟ کیا پتھر کی بیجان مورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش کے لائق ہوگئی؟ اور جو اللہ تمہارا اور تمہارے ہر ایک عمل و معمول کا نیز ان پتھروں کا پیدا کرنیوالا ہے، اُس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے، پھر دوسرے بھی کیسے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے؟

ف۳ جب ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بناکر ابراہیم کو اُس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائیگی اور ہیبت بیٹھ جائیگی کہ اُن کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کریگا مگر اللہ نے اُن ہی کو نیچا دکھلایا۔ ابراہیمؑ پر آگ گلزار کر دی گئی۔ جس سے علی رؤس الاشہاد ثابت ہوگیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیمؑ کی اجازت کے بدون ایک ناخن بھی جلا سکے۔ ف۴ جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیمؑ نے ہجرت کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شام" کا راستہ دکھلایا۔ ف۵ یعنی کنبہ اور وطن چھوٹا تو اچھی اولاد عطا فرما، جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔

ف۶ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اولاد کی دُعا مانگی اور خدا نے قبول کی اور وہ ہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا۔ موجودہ تورات سے ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ اور اسی لئے اُن کا نام "اسمٰعیل" رکھا گیا کیونکہ "اسمٰعیل" دو لفظوں سے مرکب ہے۔ "سمع" اور "ایل"۔ "سمع" کے معنی سُننے کے اور "ایل" کے معنی خدا کے ہیں یعنی خدا نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سُن لی۔ "تورات" میں ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اسمٰعیل کے بارے میں مَیں نے تیری سُن لی اس بنا پر آیت حاضرہ میں جس کا ذکر ہے وہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ حضرت اسحٰقؑ نہیں۔ اور ویسے بھی ذبح وغیرہ کا قصّہ ختم کرنے کے بعد حضرت اسحٰقؑ کی بشارت کا جُداگانہ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ "وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا الخ"۔ معلوم ہوا کہ "فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ" میں اُن کے علاوہ کسی دوسرے لڑکے کی بشارت مذکور ہے۔ نیز اسحٰق کی بشارت دیتے ہوئے اُنکے نبی بنائے جانے کی بھی خوشخبری دیگئی۔ اور سورۂ "ہود" میں اُنکے ساتھ ساتھ حضرت یعقوبؑ کا مژدہ بھی سنایا گیا۔ جو حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے ہونگے۔ "وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" (ھود۔ رکوع ۷) پھر کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ حضرت اسحٰقؑ ذبیح ہوں۔ گویا نبی بنائے جانے اور اولاد عطا کئے جانے سے پیشتر ہی ذبح کر دیے جائیں۔ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں جنکے متعلق بشارت ولادت کے وقت نہ نبوت عطا فرمانے کا وعدہ ہوا نہ اولاد دیے جانے کا۔ یہ ہی وجہ ہے کہ قربانی کی یادگار اور اُسکی متعلقہ رسوم بنی اسمٰعیل میں برابر بطور وراثت منتقل ہوتی چلی آئیں۔ اور آج بھی اسمٰعیلؑ کی روحانی اولاد ہی (جنہیں مسلمان کہتے ہیں) اُن مقدس یادگاروں کی حامل ہے۔ موجودہ تورات میں تصریح ہے کہ قربانی کا مقام "مورا" یا "مریا" تھا۔ یہود و نصاریٰ نے اس مقام کا پتہ بتلانے میں بہت ہی دور از کار احتمالات سے کام لیا ہے، حالانکہ نہایت ہی اقرب اور بے تکلف بات یہ ہے کہ یہ مقام "مروہ" ہو جو کعبہ کے سامنے بالکل نزدیک واقع ہے اور جہاں سعی بین الصفا والمروۃ ختم کر کے معتمرین حلال ہوتے ہیں اور ممکن ہے "بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ" میں اسی سعی کی طرف ایماء ہو۔ موطا امام مالک کی ایک روایت میں نبی کریم صلعم نے "مروہ" کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قربانگاہ یہ ہے۔ غالباً وہ اسی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی قربانگاہ کی طرف اشارہ ہوگا۔ ورنہ آپؐ کے زمانہ میں لوگ عموماً مکّہ سے تین میل "منیٰ" میں قربانی کرتے تھے جیسے آج تک کیجاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیمؑ کا اصل قربانگاہ "مروہ" تھا۔ پھر حجاج اور ذبائح کی کثرت دیکھ کر منیٰ تک وسعت دے دی گئی۔ قرآن کریم میں بھی "هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ" اور "ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" فرمایا ہے جس سے کعبہ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال قرائن و آثار یہ ہی بتلاتے ہیں کہ "ذبیح اللہ" وہ ہی اسمٰعیل تھے جو مکّہ میں آکر رہے اور وہیں اُن کی نسل پھیلی۔ تورات میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے اکلوتے اور محبوب بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا تھا اور یہ مسلّم ہے کہ حضرت اسمٰعیل حضرت اسحٰقؑ سے عمر میں بڑے ہیں۔ پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی موجودگی میں اکلوتے کیسے ہو سکتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کے جواب میں جس لڑکے کی بشارت ملی اُسے "غلام حلیم" کہا گیا ہے لیکن حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت جب فرشتوں نے ابتداءً خدا کی طرف سے دی تو "غلامٌ علیمٌ" سے تعبیر کیا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے "حلیم" کا لفظ اُن پر یا کسی اور نبی پر قرآن میں کہیں اطلاق نہیں کیا گیا۔ صرف اس لڑکے کو جس کی بشارت یہاں دی گئی اور اس کے باپ ابراہیمؑ کو یہ لقب عطا ہوا ہے "اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ" (ھود۔ رکوع ۷) اور "اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ" (توبہ۔ رکوع ۱۴) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہی دونوں باپ بیٹے اس لقب خاص سے ملقب کرنے کے مستحق ہوئے۔ "حلیم" اور "صابر" کا مفہوم قریب قریب ہے۔ اسی "غلام حلیم" کی زبان سے یہاں نقل کیا۔ "سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" دوسری جگہ صاف فرما دیا "وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ" (انبیاء۔ رکوع ۶) شاید اسی لئے سورۂ "مریم" میں حضرت اسمٰعیل کو "صادق الوعد" فرمایا کہ "سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ" کے وعدہ کو کس طرح سچا کر دکھایا۔ بہرحال "حلیم" "صابر" "صادق الوعد" کے القاب کا مصداق ایک ہی معلوم ہوتا ہے یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ "وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا"۔ سورۂ "بقرہ" میں تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیمؑ

فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَاللّٰهُ

پھر لوگ آئے اُس پر دَوڑ کر گھبراتے ہوئے ف۱ بولا کیوں پُوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے

خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿٩٧﴾

بنایا تم کو اور جو تم بناتے ہو ف۲ بولے بناؤ اُسکے واسطے ایک عمارت پھر ڈالو اُسکو آگ کے ڈھیر میں

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى

پھر چاہنے لگے اُس پر بُرا داؤ کرنا، پھر ہم نے ڈالا اُنہی کو نیچے ف۳ اور بولا مَیں جاتا ہوں اپنے

رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ

رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دیگا ف۴ اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا ف۵ پھر خوشخبری دی ہم نے اسکو ایک لڑکے کی

حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ

جو ہوگا تحمل والا ف۶ پھر جب پہنچا اسکے ساتھ دَوڑنے کو کہا اے بیٹے مَیں دیکھتا ہوں خواب میں کہ

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ

تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے، تو مجھ کو پائیگا

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَ

اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا ف۷ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اُسکو ماتھے کے بل ف۸

نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

اور ہم نے اُس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب ف۹ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾

نیکی کرنیوالوں کو بیشک یہی ہے صریح جانچنا ف۱۰ اور اُس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنیکے واسطے بڑا

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي

اور باقی رکھا ہم نے اُس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے ابراہیم پر ف۱۱ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ

نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں ف۱۳ اور خوشخبری دی ہم نے اُسکو اسحٰق کی

بقیہ فوائد صفحہ ۵۹۹ - واسمٰعیل کی زبان سے جو دُعا نقل فرمائی ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ" بعینہٖ اسی مسلم کے تثنیہ کو یہاں قربانی کے ذکر میں "فَلَمَّا أَسْلَمَا الخ" کے لفظ سے ادا کر دیا۔ اور اُن ہی دونوں کی ذرّیت کو خصوصی طور پر "مُسلِم" کے لقب سے نامزد کیا۔ بیشک اس سے بڑھ کر اسلام و تفویض اور صبر و تحمل کیا ہوگا جو دونوں باپ بیٹے نے ذبح کرنے اور ذبح ہونے کے متعلق دکھلایا۔ یہ اُسی "أَسْلَمَا" کا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کی ذریت کو "اُمّۃ مسلمۃ" بنا دیا فللّٰہ الحمد علیٰ ذالک۔ **ف۷** یعنی جب اسمٰعیل بڑا ہو کر اس قابل ہوگیا کہ اپنے باپ کے ساتھ دوڑ سکے اور اُس کے کام آسکے اُس وقت ابراہیمؑ نے اپنا خواب بیٹے کو سُنایا۔ تا اس کا خیال معلوم کریں کہ خوشی سے آمادہ ہوتا ہے یا زبردستی کرنی پڑیگی۔ کہتے ہیں کہ تین رات مسلسل یہ ہی خواب دیکھتے رہے تیسرے روز بیٹے کو اطلاع کی، بیٹے نے بلا توقف قبول کیا کہنے لگا کہ اباجان! (دیر کیا ہے) مالک کا جو حکم ہو کر ڈالئے (ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امر الٰہی کے امتثال میں شفقت پدری مانع نہ ہونی چاہئے) رہا میں! سو آپ انشاء اللہ دیکھ لیں گے کہ کس صبر و تحمل سے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں ہزاراں ہزار رحمتیں ہوں ایسے بیٹے اور باپ پر۔ **ف۸** تا بیٹے کا چہرہ سامنے نہ ہو۔ مبادا محبت پدری جوش مارنے لگے، کہتے ہیں یہ بات بیٹے نے سکھلائی۔ آگے اللہ نے نہیں فرمایا کہ کیا ماجرا گذرا یعنی کہنے میں نہیں آتا جو حال گذرا اُس کے دل پر اور فرشتوں پر۔

نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى إِسْحٰقَ ۗ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا

جو نبی ہوگا نیک بختوں میں **ف۱** اور برکت دی ہم نے اُس پر اور اسحٰق پر اور دونوں کی اولاد میں

مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾

نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح **ف۲** اور ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون پر

ع ۷

وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ

اور بچا دیا ہم نے اُنکو اور اُن کی قوم کو اُس بڑی گھبراہٹ سے **ف۳** اور اُن کی ہم نے مدد کی تو رہے وہی

الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

غالب **ف۴** اور ہم نے دی اُن کو کتاب واضح **ف۵** اور سُجھائی اُن کو سیدھی

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ

راہ **ف۶** اور باقی رکھا اُن پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے موسیٰ اور

هٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا

ہارون پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے ایماندار

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ

بندوں میں **ف۷** اور تحقیق الیاس ہے رسولوں میں جب اُس نے کہا اپنی قوم کو

أَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ أَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ أَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ

کیا تم کو ڈر نہیں کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو **ف۸** جو اللہ ہے

رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا **ف۹** پھر اُس کو جھٹلایا سو وہ آنیوالے ہیں پکڑے ہوئے **ف۱۰**

إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى

مگر جو بندے ہیں اللہ کے چُنے ہوئے **ف۱۱** اور باقی رکھا ہم نے اُس پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

إِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

الیاس پر **ف۱۲** ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنیوالوں کو وہ ہے ہمارے ایمان دار

ف۹ یعنی بس بس! رہنے دے، تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ مقصود بیٹے کا ذبح کرانا نہیں۔ محض تیرا امتحان منظور تھا۔ سو اُس میں پوری طرح کامیاب ہوا۔

ف۱۰ یعنی ایسے مشکل حکم کر کے آزماتے ہیں، پھر اُن کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔ تب درجے بلند دیتے ہیں۔ تورات میں ہے کہ جب ابراہیمؑ نے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور فرشتہ نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو، تو فرشتے نے یہ الفاظ کہے "خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دُونگا۔ اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحلِ بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دُونگا" (تورات تکوین اصحاح ۲۲۔ آیت ۱۵)۔

ف۱۱ یعنی بڑے درجہ کا جو بہشت سے آیا۔ یا بڑا قیمتی، فربہ، تیار بھیڑ یہ ہی رسم قربانی کی اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لئے قائم کر دی۔

ف۱۲ آج تک دنیا ابراہیمؑ کو بھلائی اور بڑائی سے یاد کرتی ہے علیٰ نبینا وعلیہ الف الف سلام وتحیۃ۔

ف۱۳ یعنی ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایماندار بندوں میں۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ معلوم ہوا وہ پہلی خوشخبری اسمٰعیل کی تھی۔ اور سارا قصہ ذبح کا اُن ہی پر تھا۔

ف۲ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو۔ دونوں سے بہت اولاد پھیلی۔ اسحٰقؑ کی اولاد میں انبیاء بنی اسرائیل ہوئے"۔ اور اسمٰعیل کی اولاد میں عرب ہیں جن میں ہمارے پیغمبر مبعوث ہوئے یعنی اولاد میں سب یکساں نہیں، اچھے بھی جو بڑوں کا نام روشن رکھیں اور بُرے بھی جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے ننگ خاندان کہلانے کے مستحق ہیں۔ (تنبیہ) عموماً مفسرین نے "وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا" کی ضمیر "ابراہیم" و "اسحٰق" کی طرف راجع کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے "اسمٰعیل" و "اسحٰق" کی طرف راجع کر کے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کر دی۔

ف۳ یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ اور "بحر قلزم" سے نہایت آسانی کے ساتھ پار کر دیا۔

ف۴ یعنی فرعونیوں کا بیڑا غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ اور ہالکین کے اموال و املاک کا وارث بنایا۔

ف۵ یعنی تورات شریف جس میں احکام الٰہی بہت تفصیل و ایضاح سے بیان ہوئے ہیں۔

ف۶ یعنی افعال و اقوال میں استقامت بخشی۔ اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء کے لوازم میں سے ہے۔ **ف۷** یعنی ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ **ف۸** حضرت الیاس علیہ السلام بعض کے نزدیک حضرت ہارون کی نسل سے ہیں۔ اللہ نے اُن کو ملک شام کے ایک شہر "بعلبک" کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ "بعل" نامی ایک بُت کو پُوجتے تھے حضرت الیاس نے اُن کو خدا کے غضب اور بُت پرستی کے انجام بد سے ڈرایا۔ **ف۹** یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل و ترکیب کر کے بظاہر بہت سی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول و فروع، جواہر و اعراض اور صفات و موصوفات کا حقیقی خالق ہے۔ جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اُس احسن الخالقین کو چھوڑ کر "بعل" بُت کی پرستش کی جائے اور اس سے مدد مانگی جائے جو ایک ذرّہ کو ظاہری طور پر بھی پیدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اُس کا وجود خود اپنے پرستاروں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے جیسا چاہا بنا کر کھڑا کر دیا۔ **ف۱۰** یعنی جھٹلانے کی سزا مل کر رہیگی۔ **ف۱۱** یعنی سب نے جھٹلایا مگر اللہ کے چُنے ہوئے بندوں نے تکذیب نہیں کی۔ لہٰذا وہ ہی سزا سے بچے رہینگے۔ **ف۱۲** "الیاس" کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہدیا جاتا ہے یا "آل یاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مُراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو "یاسین" اُن کے باپ کا نام ہوگا۔ یا اُن ہی کا نام "یاسین" اور لفظ "آل" مقحم ہو جیسے "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ" میں۔ یا "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰٓى اٰلِ أَبِىْ أَوْفٰى" میں ہے۔ واللہ اعلم۔

ف۱ یعنی اُن کی زوجہ جو معذبین کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی۔ ف۲ یعنی لوط اور اُس کے گھر والوں کے سِوا دوسرے سب باشندوں پر بستی اُلٹ دیگئی۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے۔ ف۳ یہ مکّہ والوں کو فرمایا۔ کیونکہ "مکّہ" سے "شام" کو جو قافلے آتے جاتے تھے، قومِ لُوط کی اُلٹی ہوئی بستیاں اُنکے راستہ سے نظر آتی تھیں یعنی دن رات اُدھر گذرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی، کیا نہیں سمجھتے کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

ف۴ کشتی دریا میں چکّر کھانے لگی۔ لوگوں نے کہا اس میں کوئی غلام ہے اپنے مالک سے بھاگا ہوا۔ سب کے ناموں پر کئی مرتبہ قرعہ ڈالا۔ ہر مرتبہ اُن کا نام نکلا۔ یہ قصہ سُورۂ "یونس" اور سورۂ "انبیاء" میں مفصل گذر چکا ہے وہاں اس کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔

ف۵ الزام یہ ہی تھا کہ خطائے اجتہادی سے حکمِ الٰہی کا انتظار کئے بغیر بستی سے نکل پڑے اور عذاب کے دن کی تعیین کر دی۔

ف۶ یعنی چونکہ مچھلی کے پیٹ میں بھی اور پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ پاک کو بہت یاد کرتا تھا اس لئے ہم نے اس کو جلدی نجات دیدی۔ ورنہ قیامت تک اُس کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا مچھلی کی غذا بن جاتے۔ (تنبیہ) "لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖ" الیٰ آخرہ کنایہ ہے کبھی نہ نکلنے سے۔ اور یہ واقعہ دریائے "فرات" کا ہے۔ علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ ہم نے خود اس دریا میں بہت بڑی بڑی مچھلیاں مشاہدہ کی ہیں تعجب نہ کیا جائے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ شکمِ ماہی میں اُن کی تسبیح یہ تھی "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ"۔

ف۷ مچھلی کو حکم ہوا اُس نے حضرت یونسؑ کو اپنے پیٹ سے نکال کر ایک کھلے میدان میں ڈال دیا غالباً کافی غذا و ہوا وغیرہ نہ پہنچنے کی وجہ سے بیمار اور نحیف ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ دُھوپ کی شعاع اور مکھی وغیرہ کا بدن پر بیٹھنا بھی ناگوار ہوتا تھا۔ اللہ کی قدرت سے وہاں کدو کی بیل اُگ آئی۔ اُس کے پتوں نے اُن کے جسم پر سایہ کر لیا اور اسی طرح قدرتِ خداوندی سے غذا وغیرہ کا سامان بھی ہو گیا۔

ف۸ یعنی اگر صرف عاقل بالغ گنتے تو لاکھ تھے اور اگر سب چھوٹوں بڑوں کو شامل گنتے تو زیادہ تھے یا یوں کہو کہ ایک لاکھ سے گذر کر دو لاکھ تک نہیں پہنچے تھے۔ ہزار کی کسر نہ لگاؤ تو ایک لاکھ کہہ لو۔ اور کسر لگائی جائے تو لاکھ کے اوپر چند ہزار زائد ہونگے۔ واللہ اعلم۔

ف۹ یعنی ایمان و یقین کی بدولت عذابِ الٰہی سے بچ گئے اور اپنی عمرِ مقدر تک دنیا کا فائدہ اٹھاتے رہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "وہی قوم جس سے بھاگے تھے ان پر ایمان لا رہی تھی۔ ڈھونڈتی تھی کہ یہ جا پہنچے۔ اُن کو بڑی خوشی ہوئی۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ سورۂ "یونس" اور سورۂ "انبیاء" میں دیکھ لیا جائے۔

ف۱۰ یعنی انبیاء کا حال تو سُن لیا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، موسٰی، ہارون، الیاس، لُوط، یونس علیہم السّلام سب کی مشکلات اللہ کی امداد و اعانت سے حل ہوئیں۔ کوئی بڑے سے بڑا مقرب اُس کی دستگیری سے بے نیاز نہیں۔ اب آگے تھوڑا سا فرشتوں اور جنوں کا حال سُن لو۔ جن کی نسبت خدا جانے کیا کیا واہی تباہی عقیدے تراش کر رکھے ہیں۔ چنانچہ عرب کے بعض قبائل کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ جب پوچھا جاتا کہ اُن کی مائیں کون ہیں تو بڑے بڑے جنوں کی لڑکیوں کو بتلاتے۔ اس طرح (العیاذ باللہ) خدا کا ناطہ جنوں اور فرشتوں دونوں سے جوڑ رکھا تھا۔ آگے دونوں کا حال ذکر کیا جاتا ہے مگر اُس سے پہلے بطور توطیہ و تمہید کفارِ عرب کے اس لچر پوچ عقیدہ کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابتدائے سورۃ سے اپنی عظمت و وحدانیت کے دلائل اور قصص کے ضمن میں اپنی قدرتِ قاہرہ کے آثار بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اب ذرا ان احمقوں سے پوچھئے کیا اتنی بڑی عظمت و قدرت والا اگر (معاذ اللہ) اپنے لئے اولاد بھی تجویز کرتا تو بیٹیاں لیتا اور تم کو بیٹے دیتا۔ ایک تو یہ گستاخی کہ خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کی، اور پھر اولاد بھی کمزور اور گھٹیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ فرشتوں کو مؤنث (عورت) تجویز کیا۔ کیا جس وقت ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ انہیں عورت بنایا گیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس جہالت کا کیا ٹھکانا ہے۔

الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۳۲) وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۳۳) اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (۱۳۴)

بندوں میں | اور تحقیق لوط ہے | رسولوں میں سے | جب بچا دیا ہم نے اسکو اور اسکے سارے گھر والوں کو

اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ (۱۳۵) ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ (۱۳۶) وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ

مگر ایک بڑھیا کہ رہ گئی رہ جانیوالوں میں ف۱ | پھر جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہم نے دوسروں کو ف۲ | اور تم گذرتے ہو

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ (۱۳۷) وَ بِالَّيْلِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۳۸) وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ

اُن پر | صبح کے وقت | اور رات کو بھی | پھر کیا نہیں سمجھتے ف۳ | اور تحقیق یُونس ہے رسولوں

الْمُرْسَلِيْنَ (۱۳۹) اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

میں سے | جب بھاگ کر پہنچا | اُس بھری کشتی پر | پھر قرعہ ڈلوایا | تو نکلا

الْمُدْحَضِيْنَ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ (۱۴۲) فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

خطاوار ف۴ | پھر لقمہ کیا اُس کو مچھلی نے | اور وہ الزام کھایا ہوا تھا ف۵ | پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ

الْمُسَبِّحِيْنَ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۴۴) فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ

یاد کرتا تھا پاک ذات کو | تو رہتا اسی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مُردے زندہ ہوں ف۶ | پھر ڈال دیا ہم نے اسکو چٹیل میدان

هُوَ سَقِيْمٌ (۱۴۵) وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (۱۴۶) وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى

میں اور وہ بیمار تھا | اور اُگایا ہم نے اُس پر ایک درخت | بیل والا ف۷ | اور بھیجا | اُس کو

مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (۱۴۷) فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (۱۴۸) فَاسْتَفْتِهِمْ

لاکھ آدمیوں پر | یا اس سے زیادہ ف۸ | پھر وہ یقین لائے، پھر ہم نے فائدہ اٹھانے دیا انکو ایک وقت تک ف۹ | اب اُن سے

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ (۱۴۹) اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ

پوچھ، کیا تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں اور اُنکے یہاں بیٹے | یا ہم نے بنایا فرشتوں کو | عورت | اور وہ

شٰهِدُوْنَ (۱۵۰) اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ (۱۵۱) وَلَدَ اللّٰهُ وَ اِنَّهُمْ

دیکھتے تھے | سنتا ہے وہ | اپنا جھوٹ بنایا | کہتے ہیں کہ | اللہ کے اولاد ہوئی | اور وہ بیشک

لَكٰذِبُوْنَ (۱۵۲) اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ (۱۵۳) مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (۱۵۴)

جھوٹے ہیں ف۱۰ | کیا اُس نے پسند کیں بیٹیاں | بیٹوں سے | کیا ہو گیا ہے تم کو کیسا انصاف کرتے ہو

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِن كُنتُمْ

کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو ف۱ یا تمہارے پاس کوئی سند ہے کھلی تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم

صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ

سچے ف۲ اور ٹھہرایا ہے انہوں نے خدا میں اور جنّوں میں ناتا اور جنّوں کو تو

الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ

معلوم ہے کہ تحقیق وہ پکڑے ہوئے آئینگے اللہ پاک ہے اُن باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں ف۳ مگر جو بندے ہیں

الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾

اللہ کے چُنے ہوئے ف۴ سو تم اور جن کو تم پُوجتے ہو کسی کو اُس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ

مگر اُسی کو جو پہنچنے والا ہے دوزخ میں ف۵ اور ہم میں جو ہے اُس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر ف۶ اور ہم ہی ہیں

الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِن كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾

صف باندھنے والے ف۷ اور ہم ہی ہیں پاکی بیان کرنیوالے ف۸ اور یہ تو کہا کرتے تھے

لَوْ أَنَّ عِندَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾

اگر ہمارے پاس کچھ احوال ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چُنے ہوئے

فَكَفَرُوا بِهِ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

سو اُس سے منکر ہو گئے، اب آگے جان لینگے ف۹ اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں

الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾

جو کہ رسول ہیں بیشک اُنہی کو مدد دی جاتی ہے اور ہمارا لشکر جو ہے بیشک وہی غالب ہے ف۱۰

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا

سو تو اُن سے پھر آ ایک وقت تک اور اُن کو دیکھتا رہ کہ وہ آگے دیکھ لینگے ف۱۱ کیا ہماری آفت کو

يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ

جلد مانگتے ہیں پھر جب اُتریگی اُنکے میدان میں تو بُری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی ف۱۲ اور پھر آ

ف۱ یعنی کچھ تو سوچو۔ عیب کرنے کو بھی ہُنر چاہیئے۔ ایک غلط عقیدہ بنانا تھا تو ایسا بالکل ہی بے تُکا تو نہ ہونا چاہیئے تھا۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کرو اور خدا سے بیٹیاں پسند کراؤ۔

ف۲ یعنی آخر یہ مہمل اور بے تُکی بات نکالی کہاں سے۔ عقل و فہم اور علمی اصول سے تو اس کو لگاؤ نہیں۔ پھر کیا کوئی نقلی سند اس عقیدہ کی رکھتے ہو۔ ایسا ہے تو بسم اللہ وہ ہی دکھلاؤ۔

ف۳ یعنی احمقوں نے جنوں کے ساتھ معاذ اللہ دامادی کا رشتہ قائم کر دیا۔ سبحان اللہ کیا باتیں کرتے ہیں۔ موقع ملے تو ذرا اُن جنوں سے پوچھ آؤ کہ وہ خود اپنی نسبت کیا سمجھتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہے کہ دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے رُوبرُو پکڑے ہوئے آئینگے کیا داماد کا سُسرال کے ساتھ یہ ہی معاملہ ہوتا ہے۔ بعض سلف نے نسب سے مُراد یہ لی ہے کہ وہ لوگ شیاطین الجن کو اللہ تعالیٰ کا حریف مقابل سمجھتے تھے۔ جیسے مجوس "یزدان" اور "اہرمن" کے قائل ہیں۔ یعنی ایک نیکی کا خدا، دوسرا بدی کا۔

ف۴ یعنی جن میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہی اس پکڑ دھکڑ سے آزاد ہیں۔ معلوم ہوا وہاں کسی کا رشتہ ناتا نہیں۔ صرف بندگی اور اخلاص کی پوچھ ہے۔

ف۵ بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا دیں اور وہ جسے چاہیں بُرائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں شاید ان ہی مفروضہ اختیارات کی بنا پر اُنہیں اولاد یا سُسرال بنایا ہوگا۔ اس کا جواب دیا کہ تمہارے اور اُن کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور جن شیاطین کو تم پُوجتے ہو سب مل کر یہ قدرت نہیں رکھتے کہ بدون مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکو گمراہ وہ ہی ہوگا جسے اللہ نے اس کی سوئے استعداد کی بنا پر دوزخی لکھ دیا اور اپنی بدکاری کی وجہ سے از خود دوزخ میں پہنچ گیا۔

ف۶ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف سے گویا اُن کی زبان سے فرمایا۔ جیسے بہت جگہ آدمیوں کی زبان سے دُعائیں فرمائی ہیں یعنی ہر فرشتہ کی ایک حد مقرر ہے۔ اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ اس پر فرمایا کہ کافر کہتے ہیں فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں جنوں کی عورتوں سے پیدا ہوئیں۔ سو جنوں کو اپنا حال خوب معلوم ہے اور فرشتے یوں کہتے ہیں اُن کو بھی حکم الٰہی سے ذرا تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں۔

ف۷ یعنی اپنی اپنی حد پر ہر کوئی اللہ کی بندگی اور اُس کا حکم سننے کے لئے کھڑا رہتا ہے۔ مجال نہیں آگے پیچھے سرک جائے۔

ف۸ یہاں تک فرشتوں کا کلام ختم ہوا۔ آگے اہل مکّہ کا حال بیان فرماتے ہیں۔

ف۹ عرب لوگ انبیاء کے نام سُنتے تھے اُن کے علم سے خبردار نہ تھے تو یہ کہتے یعنی اگر ہم کو پہلے لوگوں کے علوم حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اُترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھلاتے اور معرفت و عبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص و منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے۔ اب جو اُن کے اندر نبی آیا تو پھر گئے وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رکھا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونیوالا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔

ف۱۰ یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخرکار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے۔ باعتبار حجت و بُرہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط و غلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ "جند" فی الواقع "جند اللہ" ہو۔

ف۱۱ یعنی ابھی چند روز انہیں کچھ نہ کہیے۔ صبر کے ساتھ آپ ان کا حال دیکھتے رہیے اور یہ اپنا انجام دیکھ لینگے چنانچہ دیکھ لیا۔

ف۱۲ شاید "فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ" سُن کر کہا ہوگا کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اُس کا جواب دیا کہ اپنے اُوپر جو آفت لائے جانے کی جلدی مچا رہے ہو، جب وہ آئیگی تو بہت بُرا وقت ہوگا۔ عذاب الٰہی اس طرح آئیگا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکایک میدان میں اُتر کر چھاپہ مار جائے۔ عذاب آنے کے وقت یہ ہی حشر اُن لوگوں کا ہوگا جنہیں پہلے سے ڈرسنا کر ہشیار کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ فتح مکّہ وغیرہ میں ایسا ہی ہوا۔

ف شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا اور یہ آخرت کے عذاب کا ہو یعنی آپ دیکھتے جائیے اب آگے چل کر آخرت میں یہ کافر کیا کچھ دیکھتے ہیں۔ ف۲ خاتمہ سورت پر تمام اُصولی مضامین کا خلاصہ کردیا یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب ونقائص سے پاک اور تمام محاسن وکمالات کی جامع ہے بسبب خوبیاں اُسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء ورسل پر اُس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو اُن کی عظمت وعصمت اور سالم ومنصور ہونے کی دلیل ہے۔ (تنبیہ) احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے سورۂ ہذا کے فوائد کو ان ہی آیات متبرکہ پر ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ میرا خاتمہ بھی اسی عقیدۂ محکم پر کیجو۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ تمت فوائد الصافات۔ ف۳ یعنی یہ عظیم الشان، عالی مرتبہ قرآن (جو عمدہ نصیحتوں سے پُر، اور نہایت مؤثر طرز میں لوگوں کو ہدایت ومعرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے) باآواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کے منکر ہیں اُس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تعلیم وتفہیم میں کچھ قصور ہے یا حضور پُرنور اُس کی تبلیغ وتبیین میں معاذ اللہ مقصر ہیں۔ بلکہ انکار وانحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی، جاہلانہ غرور ونخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ذرا اس دلدل سے نکلیں تو حق وصداقت کی صاف سڑک نظر آئے۔

عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ

اُن سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے ف۱ پاک ذات ہے تیرے رب کی جو پروردگار

عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

عزت والا پاک ہے اُن باتوں سے جو بیان کرتے ہیں، اور سلام ہے رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ف۲

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّثَمٰنُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِى الذِّكْرِ ﴿١﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿٢﴾

قسم ہے اُس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں ہیں اور مقابلہ میں ف۳

كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿٣﴾

بہت غارت کردیں ہمنے اُن سے پہلے جماعتیں پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا ف۴

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ

اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا اُن کے پاس ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے، اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر ہے

كَذَّابٌ ﴿٤﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴿٥﴾

جھوٹا ف۵ کیا اُس نے کردی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی، یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ هٰذَا

اور چل کھڑے ہوئے کئی پنچ اُن میں سے کہ چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر ف۶ بیشک اس

لَشَىْءٌ يُّرَادُ ﴿٦﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِى الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

بات میں کوئی غرض ہے ف۷ یہ نہیں سُنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ

اخْتِلَاقٌ ﴿٧﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ

بنائی ہوئی بات ہے ف۸ کیا اُسی پر اتری نصیحت ہم سب میں سے ف۹ کوئی نہیں اُن کو دھوکا ہے

ف۴ یعنی ان کو معلوم رہنا چاہیئے کہ اسی غرور وتکبّر کی بدولت انبیاء اللہ سے مقابلہ ٹھان کر بہت سی جماعتیں پہلے تباہ وبرباد ہوچکی ہیں وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے۔ پھر جب بُرا وقت آکر پڑا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر شور مچانے اور خدا کو پکارنے لگے۔ مگر اُس وقت فریاد کرنے سے کیا بنتا۔ رہائی اور خلاصی کا موقع گذر چکا تھا، اور وقت نہیں رہا تھا کہ اُن کے شور وپکار کی طرف توجہ کی جائے۔

ف۵ یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی۔ ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہوکر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگے اور کہے میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے اب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایک جادوگر نے جھوٹا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جادو کے زور سے کچھ کرشمے دکھا کر انہیں معجزہ کہنے لگے اور چند قصّے کہانیاں جمع کرکے جھوٹا دعویٰ کردیا کہ یہ اللہ کے اُتارے ہوئے علوم ہیں۔ اور میں اُس کا پیغمبر ہوں۔

ف۶ یعنی اور لیجئے! اتنے بیشمار دیوتاؤں کا دربار ختم کرکے صرف ایک خدا رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہوگی کہ اتنے بڑے جہان کا انتظام اکیلے ایک خدا کے سپرد کردیا جائے۔ اور مختلف شعبوں اور محکموں کے جن خداؤں کی بندگی قرنوں سے ہوتی چلی آتی تھی وہ سب یک قلم موقوف کردی جائے۔ گویا ہمارے باپ دادے نرے جاہل اور بے وقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے سرِ عبودیت خم کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں ابو جہل وغیرہ چند سردارانِ قریش نے ابو طالب سے آن کر حضرت صلعم کی شکایت کی کہ یہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں۔ آپ اِن کو سمجھایئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے چچا! میں اِن سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب اُن کا مطیع ہوجائے اور عجم اُن کی خدمت میں جزیہ پیش کرنے لگے۔ وہ خوش ہوکر بولے کہ بتلایئے وہ کلمہ کیا ہے، آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ فرمایا زیادہ نہیں بس ایک اور صرف ایک ہی کلمہ ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔ یہ سُنتے ہی طیش میں آکر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا۔ چلو جی! یہ اپنے منصوبے سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہ تو انہی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادت وحمایت پر جمے رہو۔ مبادا اِن کا پروپیگنڈا کسی ضعیف الاعتقاد کا قدم پُرانے آبائی طریقہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوجائے۔ ان کی اُن تھک کوشش کے مقابلہ میں ہم کو بہت زیادہ صبر واستقلال دکھانے کی ضرورت ہے۔

ف۷ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اس قدر زور شور اور عزم واستقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد کرنے پر تُلے ہوئے ہیں، ضرور اس میں اُن کی کوئی غرض ہے، وہ یہ ہی کہ ایک خدا کا نام لیکر ہم سب کو اپنا محکوم اور مطیع بنالیں اور دنیا کی حکومت وریاست حاصل کریں۔ سو لازم ہے کہ اس مقصد میں ہم اُن کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بعض مفسّرین نے "اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ يُّرَادُ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (صلعم) ارادہ ہی کرچکے ہیں کسی طرح اس سے ہٹنے والے نہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ بات (معلوم ہوتا ہے) ہونیوالی ہے۔ اللہ کو یہ ہی منظور ہے کہ دنیا میں انقلاب ہو۔ لہٰذا جہاں تک ہوسکے صبر وتحمل سے اپنے قدیم دین وآئین کی حفاظت کرتے رہو۔ یا ممکن ہے ازراہِ تحقیر کہا ہو کہ بیشک محمد (صلعم) کے ارادے سب کچھ ہیں لیکن ضروری نہیں کہ آدمی جو ارادہ اور تمنا کرے وہ پوری ہو۔ چاہیے کہ ہم اُنکے مقابلہ میں قدم پیچھے نہ ہٹائیں۔ ف۸ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پچھلا دین کہتے تھے اپنے باپ دادوں کو یعنی آگے تو سُنتے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے پر ہمارے بزرگ تو یوں نہیں کہہ گئے"۔ اور ممکن ہے پچھلے دین سے عیسائی مذہب مراد ہو۔ جیسا کہ اکثر سلف کا قول ہے یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں اُن کو بھی ہم نے نہیں سُنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو۔ آخر وہ بھی تین خدا تو مانتے ہیں اور آنحضرت (صلعم) کو رسول نہیں مانتے۔ اگر پہلی کتابوں میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے۔ معلوم ہوا کہ محض گڑھی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۹ یعنی اچھا قرآن کو اللہ کا کلام ہی مان لو اور یہ بھی نہ سہی کہ

بقیہ فوائد صفحہ ۶۰۳ - آسمان سے کوئی فرشتہ نبی بناکر بھیجا جاتا مگر یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد (صلعم) ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا سارے ملک میں ایک یہ ہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے؟ اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔

ف یہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کی نامعقول یاوہ گوئی کا جواب ہوا یعنی ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق اُن کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جارہا ہے وہ ضرور پیش آکر رہیگا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑیگی۔ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائینگے۔ ف۲ یعنی رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے جس پر جو انعام چاہے کرے کون

ذِكْرِىْ ۚ بَل لَّمَّا يَذُوقُوا عَذَابِ ﴿۸﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

میری نصیحت میں، کوئی نہیں ابھی اُنہوں نے چکھی نہیں میری مار ف۱ کیا اُنکے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہربانی کے

الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ أَمْ لَهُم مُّلْكُ السَّمَٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ

جو کہ زبردست ہے بخشنے والا یا اُن کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ اُنکے بیچ میں ہے

فَلْيَرْتَقُوا فِى الْأَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

تو اُنکو چاہئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ف۲ ایک لشکر یہ بھی وہاں تباہ ہوا اُن سب لشکروں میں ف۳

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ

جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور فرعون میخوں والا ف۴ اور ثمود اور لوط

لُوطٍ وَأَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۚ أُولَٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

کی قوم اور ایکہ کے لوگ ف۵ وہ بڑی بڑی فوجیں یہ جتنے تھے سب نے یہی کیا کہ جھٹلایا رسولوں کو

فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنظُرُ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَٰحِدَةً مَّا لَهَا مِن

پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا ف۶ اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک چنگھاڑ کی جو بیچ میں دم

فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ

نہ لے گی ف۷ اور کہتے ہیں اے رب جلد دے ہم کو چٹھی ہماری پہلے حساب کے دن سے ف۸ تو تحمل کر تارہ اُس پر

مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُۥدَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا

جو وہ کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع رہنے والا ف۹ ہم نے تابع کئے

الْجِبَالَ مَعَهُۥ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِىِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ

پہاڑ اُسکے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو ف۱۰ اور اُڑتے جانور جمع ہو کر سب تھے

لَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُۥ وَءَاتَيْنَٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اُسکے آگے رجوع رہتے ف۱۱ اور قوت دی ہم نے اُسکی سلطنت کو ف۱۲ اور دی اُسکو تدبیر اور فیصلہ کرنا بات کا ف۱۳

وَهَلْ أَتَىٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ

اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی جب دیوار کود کر آئے عبادتخانہ میں جب گھس آئے

روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اُس پر یہ مہربانی فرمائی ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار ہو جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ۔ اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تاکہ وہاں سے محمد (صلعم) پر وحی کا آنا بند کر سکو اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشاء کے موافق آسمان و زمین کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان و زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعوےٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بیحیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ ایاز قدر خود بشناس۔

ف۳ یعنی کچھ بھی نہیں۔ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے۔ چند ہزیمت خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو اگلی تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ منظر "بدر" سے لیکر "فتح مکہ" تک لوگوں نے دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں۔ اگر چڑھ جائیں تو اُن میں ایک یہ بھی برباد ہوں" گویا اس آیت کا ربط ماقبل سے بتلا دیا۔ واللہ اعلم۔

ف۴ یعنی بہت زور و قوت اور لاؤ لشکر والا جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو چومیخا کرکے مارتا تھا اس سے اُس کا نام "ذوالاوتاد" (میخوں والا) پڑ گیا۔ واللہ اعلم۔

ف۵ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام جس کی طرف مبعوث ہوئے۔

ف۶ یعنی یہ بڑی بڑی طاقتور فوجیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں۔ تمہاری تو حقیقت کیا ہے۔

ف۷ یعنی صُور کی آواز کے منتظر ہیں۔ پوری سزا اُس وقت ملے گی۔ اور ممکن ہے "صَیحہ" سے یہیں کی ایک ڈانٹ مراد ہو۔

ف۸ یعنی جب وعدۂ قیامت سُنتے مسخراپن سے کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دیدیجئے ابھی ہم اپنا اعمالنامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا جزاء سے فارغ ہو جائیں۔

ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس جگہ اُن کو (داؤد کا قصہ) یاد دلوایا کہ انہوں نے بھی "طالوت" کے (عہد) حکومت میں بہت صبر کیا۔ آخر حکومت ان کو ملی اور (جالوت وغیرہ) مخالفوں کو جہاد سے زیر کیا۔ یہ ہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا۔" (تنبیہ) "ذاالاید" کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے "ہاتھ کے بل والا" کیا ہے یعنی قوت سلطنت، یا ادھر اشارہ ہو کہ اُنکے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ یا "ہاتھ کا بل" یہ کہ سلطنت کا مال نہ کھاتے اپنے دست و بازو سے کسب کرکے کھاتے۔ اور "اواب" یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع رہتے تھے۔

ف۱۰ یعنی صبح و شام جب حضرت داؤدؑ تسبیح پڑھتے، پہاڑ بھی اُن کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اسکے متعلق کچھ مضمون سورۂ "سبا" میں گذر چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ف۱۱ یا سب اُس کے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع رہتے کما قال بعض المفسرین۔

ف۱۲ یعنی دنیا میں اُس کی سلطنت کی دھاک بٹھلا دی تھی اور اپنی اعانت و نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دے کر خوب اقتدار جما دیا تھا۔

ف۱۳ یعنی بڑے مدبر و دانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہر حال حق تعالیٰ نے اُن کو نبوت، حُسنِ تدبیر، قوت فیصلہ اور طرح طرح کے علمی و عملی کمالات عطا فرمائے تھے لیکن امتحان و ابتلاء سے وہ بھی نہیں بچے۔ جس کا قصہ آگے بیان کرتے ہیں۔

دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ
داؤد کے پاس، تو اُن سے گھبرایا ف۱ وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں، زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَآ
سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا اور دُور نہ ڈال بات کو اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ ف۲ یہ جو ہے

اَخِيْ ۟ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۟ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَ
بھائی ہے میرا اُسکے یہاں ہیں ننانوے دُنبیاں اور میرے یہاں ایک دُنبی پھر کہتا ہے حوالہ کر دے میری وہ بھی

عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ
اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ف۳ بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دُنبی ملانے کو اپنی دنبیوں میں ف۴

كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاۗءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
اور اکثر شریک زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کئے

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ
نیک اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے ف۵ اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اُس کو جانچا، پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے

رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿٢٤﴾ (السجدة) فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٢٥﴾
اور گر پڑا جھک کر اور رجوع ہوا، پھر ہم نے معاف کر دیا اُس کو وہ کام ف۶ اور اُس کے لئے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ
اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ
اور نہ چل جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بچلتے ہیں

سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ع وَمَا خَلَقْنَا
اللہ کی راہ سے اُن کے لئے سخت عذاب ہے ف۸ اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن حساب کا ف۹ اور ہم نے نہیں بنایا

السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ
آسمان اور زمین کو اور جو انکے بیچ میں ہے نکما یہ خیال ہے اُن کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے

ع ۲ / ۱۱

ف۱ حضرت داؤد نے تین دن کی باری رکھی تھی۔ ایک دن دربار اور فصلِ خصومات کا، ایک دن اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کا، ایک دن خالص اللہ کی عبادت کا۔ اُس دن خلوت میں بیٹھتے تھے دربان کسی کو آنے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر اُنکے پاس آ کھڑے ہوئے داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ناگہانی ماجرا دیکھ کر گھبرا اُٹھے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا سبیل کی ہوگی خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض اچانک یہ عجیب و مہیب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف بٹ گیا اور عبادت میں جیسی یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے، قائم نہ رہ سکی۔ ف۲ آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرایئے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھایئے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے۔ کوئی بے راہی اور ٹالنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں (شاید گفتگو کا یہ عنوان دیکھ کر حضرت داؤد اور زیادہ متعجب ہوئے ہوں) ف۳ یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دُنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کرلے۔ اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔

ف۴ حضرت داؤد نے بقاعدۂ شریعت ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ بیشک (اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو) اس کی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے۔ (مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں ہونے دینگے)

ف۵ یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی، قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

ف۶ یعنی اس قصہ کے بعد داؤد کو تنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھک پڑے۔ آخر خدا نے اُن کی وہ خطا معاف کر دی۔ داؤد علیہ السلام کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کیے ہیں۔ مگر حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اُن کی نسبت لکھتے ہیں "قد ذکر المفسرون ہٰہنا قصۃً اکثرہا ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیہا عن المعصوم حدیث یجب اتباعہٗ" اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے اُن قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابو حیان وغیرہ نے ان قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بنا پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لئے کہا کہ انہوں نے روز و شب کے چوبیس گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بہ نوبت تقسیم کر رکھے تھے تا اُن کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہونگی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی، ارشاد ہوا کہ داؤد یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ (ہزار کوشش کرے، نہیں نبھا سکیگا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دونگا۔ (یعنی اپنی مدد ہٹا لونگا۔ دیکھیں اُس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا انتظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے اُس دن کی خبر کر دیجئے۔ پس اُسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے (اخرج ہذا الاثر الحاکم فی المستدرک وقال صحیح الاسناد واقرہ الذہبی فی تلخیص) یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہیئے کہ جس وقت داؤدؑ عبادت میں مشغول ہوں باوجود پوری کوشش کے مشتغل نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند اشخاص نے اچانک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد کو گھبرا دیا اور اُن کے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات انکو داؤدؑ کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤدؑ کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اُس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ "فتنہ" کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھو جیسے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں قمیص پہن کر لڑکھڑاتے ہوئے آ رہے تھے حضورؐ نے منبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے اُن کو اوپر اُٹھا لیا اور فرمایا "صدق اللّٰہ انّما اموالکم و اولادکم فتنۃ" بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ "اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا، میں نے صدقہ کیا، میں نے نماز پڑھی، میں نے کھانا کھلایا" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی" اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی، تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا" تو اللہ کہتا ہے "اور تو نے عمل کیا تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کمائی" (مدارج السالکین ص۹۹ ج۲) اسی سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشتغل نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے

(باقی صفحہ ۶۰۶)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۰۵ - ایک آزمائش میں مبتلا کر دیے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے اُسی مشہور قصہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ موضح القرآن میں دیکھ لیا جائے۔ ف۴ یعنی بدستور مقرب بارگاہ ہیں اس غلطی سے تقرب اور مرتبہ میں فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کردیگئی۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے "حسنات الابرار سیئات المقربین" ۔ گرچہ یک مُو بد گنہ کو جستہ بود لیک آں مو در دو دیدہ رستہ بود
بود آدم دیدۂ نور قدیم موئے در دیدہ بود کوہ عظیم۔ ف۵ یعنی خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ لہٰذا اُسی کے حکم پر چلو اور معاملات کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ شریعت الٰہی کے موافق کرتے رہو۔ کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے۔ اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں۔
ف۶ یعنی عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے (تنبیہ) ممکن ہے کہ "یوم الحساب" کا تعلق "لھم عذاب شدید" کے ساتھ ہو۔ "نسوا" کے ساتھ نہ ہو یعنی اللہ کے احکام بھلا دینے کے سبب سے اُن پر سخت عذاب ہوگا حساب کے دن۔

لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
منکروں کے لئے آگ سے ف۱ کیا ہم کر دینگے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں
كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ
برابر انکے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کر دینگے ڈرنیوالوں کو برابر ڈھیٹھ لوگوں کے ف۲ ایک کتاب ہے جو اتاری
إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا
ہمنے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اسکی باتیں اور تا سمجھیں عقل والے ف۳ اور دیا ہم نے
لِدَاوُودَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ
داؤد کو سلیمان ف۴ بہت خوب بندہ وہ ہے (ت) رجوع رہنے والا جب دکھانے کو لائے اسکے سامنے شام کو
الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّي
گھوڑے بہت خاصے تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے
حَتَّىٰ تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَ
یہاں تک کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ اُن کو میرے پاس، پھر لگا جھاڑنے اُن کی پنڈلیاں اور
الْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ
گردنیں ف۵ اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اُس کے تخت پر ایک دھڑ پھر
أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّن
وہ رجوع ہوا ف۶ بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کے میرے
بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً
پیچھے بیشک تو ہے سب کچھ بخشنے والا ف۷ پھر ہم نے تابع کر دیا اسکے ہوا کو چلتی تھی اُس کے حکم سے نرم نرم
حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ
جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیئے شیطان سارے عمارت کرنیوالے اور غوطہ لگانیوالے ف۸ بہت سے اور جو ہم نے جکڑے ہوئے تھے
فِي الْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَإِنَّ
بیڑیوں میں ف۹ یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ (ت) کچھ حساب نہ ہوگا ف۱۰ اور

فوائد صفحہ ہذا - ف۱ یعنی جس کا آگے کچھ نتیجہ نہ نکلے - بلکہ اس دنیا کا نتیجہ ہے آخرت، لہٰذا یہاں رہ کر وہاں کے لئے کچھ کام کرنا چاہیے، اور وہ کام یہی ہے کہ انسان اپنی خواہشات کی پیروی چھوڑ کر حق و عدل کے اصول پر کاربند ہو - اور خالق و مخلوق دونوں سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھے - یہ نہ سمجھے کہ بس دنیا کی زندگی ہے - کھا پی کر ختم کر دینگے - آگے حساب کتاب کچھ نہیں - یہ خیالات تو اُن کے ہیں جنہیں موت کے بعد دوسری زندگی سے انکار ہے - سو ایسے منکروں کے لئے آگ تیار ہے -

ف۲ یعنی ہمارے عدل و حکمت کا اقتضاء یہ نہیں کہ نیک ایماندار بندوں کو شریروں اور مفسدوں کی برابر کر دیں یا ڈرنے والوں کے ساتھ بھی وہ ہی معاملہ کرنے لگیں جو ڈھیٹ اور نڈر لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے - اسی لئے ضرور ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء سزا کا رکھا جائے لیکن دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نیک اور ایماندار آدمی قسم قسم کی مصائب و آفات میں مبتلا رہتے ہیں اور کتنے ہی بدمعاش بےحیا مزے چین اُڑاتے ہیں - لامحالہ ماننا پڑیگا کہ موت کے بعد دوسری زندگی کی جو خبر مخبر صادق نے دی ہے عین مقتضائے حکمت ہے - وہاں ہی ہر نیک و بد کو اُس کے بُرے بھلے کام کا بدلہ ملیگا - پھر "یوم الحساب" کی خبر کا انکار کیسے صحیح ہو سکتا ہے -

ف۳ یعنی جب نیک اور بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا تو ضرور تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے اُن کے انجام پر آگاہ کر دے چنانچہ اس وقت یہ کتاب آئی جس کو قرآن مبین کہتے ہیں - جس کے الفاظ، حروف، نقوش اور معانی و مضامین ہر چیز میں برکت ہے - اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اُس کی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں چنانچہ اس آیت سے پہلے ہی آیت میں دیکھ لو کس قدر صاف، فطری اور معقول طریقہ سے مسئلہ معاد کو حل کیا ہے کہ تھوڑی عقل والا بھی غور کرے تو صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے - (تنبیہ) شاید "تدبر" سے قوت علمیہ کی اور "تذکر" سے قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو - یہ سب باتیں حضرت داؤدؑ کے تذکرہ کے ذیل میں آگئی تھیں - آگے پھر اُن کے قصہ کی تکمیل فرماتے ہیں -

ف۴ یعنی سلیمانؑ بیٹا دیا جو انہی کی طرح نبی اور بادشاہ ہوا -
ف۵ یعنی نہایت اصیل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے اُنکے سامنے پیش ہوئے - اُن کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی - حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا - شاید اس شغل میں عصر کے وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں - اُس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں - اگر ایک طرف ذکر اللہ (یاد خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اُسی کی یاد سے وابستہ ہے - جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اُسکے مُعدّات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا - آخر اللہ تعالیٰ جہاد اور آلات جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال نیک سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے - اسی جذبۂ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ - چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان غایت محبت و اکرام سے اُنکی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے - آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے - اور لفظ "حب الخیر" سے اس کی تائید ہوتی ہے - گویا خیر کا لفظ اُس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم صلعم نے حدیث میں فرمایا "الخیل معقود فی نواصیھا الخیر الی یوم القیامۃ" لیکن دوسرے علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اُس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہو گیا (اور ذہول و نسیان انبیاء کے حق میں محال نہیں) فرمایا کہ دیکھو! مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کر سکا - یہ مانا کہ اُس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت کا اور خدا کی یاد کا تھا مگر خواص و مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو - اور ہوتا ہے تو صدمہ اور قلق سے بےچین ہو جاتے ہیں (گو عذر سے ہو) ۔ گر زباغ دل خلالے کم بود بر دل سالک ہزاراں غم بود - "غزوۂ خندق" میں

(باقی صفحہ ۶۰۷)

بقیہ فوائد صفحہ ۶۰۶ - دیکھو نبی کریم صلعم کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ باوجودیکہ آپؐ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا ذنب آپ پر نہ تھا لیکن جن کفار کے سبب سے ایسا پیش آیا، آپؐ اُنکے حق میں "مَلَأَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا" وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک موقت عبادت کے فوت ہو جانے سے بیتاب ہو گئے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (جو یادِ الٰہی کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب لائے گئے تو شدتِ غیرت اور غلبۂ حُبِّ الٰہی میں تلوار لیکر اُنکی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تا سببِ غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید اُن کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہو گی اور اُن کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے کہ ان چند گھوڑوں کے قربان کرنے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو گا۔ اور لفظ "فَطَفِقَ مَسْحًا" سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو قتل ہی کر گذرے ہوں محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا۔ واللہ اعلم۔ اس تقریر کی تائید ایک حدیث مرفوع سے ہوتی ہے جو طبرانی نے باسناد حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے (راجع روح المعانی وغیرہ) ف۶ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤنگا (جو تعداد میں ستر یا نوّے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنےگی جو اللہ کی راہ میں جہاد کریگا۔ فرشتہ نے القاء کیا کہ "انشاء اللہ" کہہ لیجئے۔ مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا خدا کا کرنا کہ اس مباشرت کے نتیجے میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا۔ صرف ایک عورت سے ادھورا بچہ ہوا بعض مفسّرین کہتے ہیں کہ دایہ نے وہ ہی ادھورا بچہ اُن کے تخت پر لا کر ڈال دیا۔ کہ لو! یہ تمہاری قسم کا نتیجہ ہے (اُسی کو یہاں "جسد" (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) یہ دیکھ کر حضرت سلیمان ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ اور "انشاء اللہ" نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ حدیث میں ہے کہ اگر "انشاء اللہ" کہہ لیتے تو بیشک اللہ ویسا ہی کر دیتا جو اُن کی تمنا تھی۔ (تنبیہ) اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اور اس موقع پر بہت سے بے سروپا قصّے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کیے ہیں جسے دلچسپی ہو کتب تفاسیر میں دیکھ لے۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں "وقد رویت ہذہ القصۃ مطولۃ عن جماعۃ من السلف رضی اللہ عنہم وکلہا متلقاۃ من قصص اہل الکتاب۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ف۷ یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے، نہ کوئی دوسرا اُس کا اہل ثابت ہو یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے۔ (تنبیہ) احادیث میں ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجابت کا وعدہ فرما لیا ہے یعنی وہ دعا ضرور ہی قبول کرینگے۔ شاید حضرت سلیمانؑ کی یہ وہ ہی دعا ہو۔ آخر نبی زادے اور بادشاہ زادے تھے۔ دعا میں بھی یہ رنگ رہا کہ بادشاہت ملے اور اعجازی رنگ کی ملے۔ وہ زمانہ ملوک اور جبارین کا تھا، اس حیثیت سے بھی یہ دعا مذاقِ زمانہ کے موافق تھی اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصد ملک حاصل کرنے سے اپنی شوکت وحشمت کا مظاہرہ کرنا نہیں۔ بلکہ اُس دین کا ظاہر و غالب کرنا اور قانون سماوی کا پھیلانا ہوتا ہے جس کے وہ حامل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو دنیا داروں کی دعا پر قیاس نہ کیا جائے۔

ف۸ یعنی جن اُنکے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لیے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔ ہوا اور جنات کے تابع کرنیکے متعلق پہلے سورۂ "سبا" وغیرہ میں کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

ف۹ یعنی بہت سے جنات اور تھے جن کو سرکشی اور شرارت وتمرد کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا۔

ف۱۰ یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا، اور حساب کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا۔ حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر"۔

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ

اُس کا ہمارے یہاں مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ف۱ اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اُس نے پکارا اپنے رب کو

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ

کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف ف۲ لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو

بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ

ٹھنڈا اور پینے کو اور بخشے ہم نے اُس کو اُسکے گھر والے اور اُنکے برابر (ن) اُنکے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے اور

ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ

یاد رکھنے کو عقل والوں کے ف۳ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مُٹھا پھر اُس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو ف۴

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ

ہم نے اُس کو پایا جھیلنے والا بہت خوب بندہ تحقیق وہ ہے رجوع رہنے والا، اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِی الْاَيْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ

اسحٰق اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ف۵ ہم نے امتیاز دیا اُن کو ایک چُنی ہوئی بات کا

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ ۚ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ ؕ وَاذْكُرْ

وہ یاد اُس گھر کی ف۶ اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چُنے ہوئے نیک لوگوں میں اور یاد کر

اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ ؕ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَ

اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبی والا ف۷ یہ ایک مذکور ہو چکا ف۸ اور

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٩﴾ ۙ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ ۚ

تحقیق ڈر (ن) والوں کے لیے ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں سدا بسنے کے کھول رکھے ہیں اُن کے واسطے دروازے ف۹

مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ

تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے اُن میں منگوائینگے اُن میں میوے بہت اور شراب ف۱۰ اور اُن کے پاس عورتیں ہیں

الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا

نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی ف۱۱ یہ وہ ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا حساب کے دن پر یہ ہے

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ یعنی بادشاہت کے باوجود جو روحانی تقرب اور مرتبہ ہمارے ہاں حاصل ہے اور فردوس بریں میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ ٹھکانا تیار ہے وہ بجائے خود رہا۔ ف۲ قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن اُمور میں کوئی پہلو شر یا ایذاء کا یا کسی مقصدِ صحیح کے فوت ہونے کا ہو اُن کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا "وَمَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" (کہف۔ رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی درجہ میں شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً و تادباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پیچھے لگا۔ یا حالتِ مرض وشدت میں شیطان القاء وسواس کی کوشش کرتا ہو گا اور یہ اُسکی مدافعت میں تعب و تکلیف اُٹھاتے ہونگے۔ اُس کو نصب و عذاب سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم۔ (تنبیہ) حضرت ایوبؑ کا قصہ سورۂ "انبیاء" میں گذر چکا۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے مگر واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوب کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کیے ہیں اُس میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے کما قال تعالیٰ "لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا" (احزاب۔ رکوع ۹) لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئیے جو منصب نبوۃ کے منافی نہ ہو۔ ف۳ جب اللہ نے چاہا کہ انکو چنگا کرے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں ماریں۔ پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اُسی سے نہایا کرتے اور پانی پیتے

(بقیہ صفحہ ۶۰۸)

بقیہ فوائد صفحہ ٦٠٧ - وہی اُن کی شفار کا سبب ہوا۔ اور اُنکے گھرانے کے لوگ جو چھت کے نیچے دب کر مر گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے اُن سے دُگنے عطا کئے تا عقلمند لوگ اِن واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور خدائے واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اُسکی کس طرح کفالت و اعانت فرماتے ہیں۔ **ف۴** حضرت ایوبؑ نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں مارینگے۔ وہ بی بی اُس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصوروار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ اُن کو بتلا دیا جو اُن ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اُس کے پورا کرنے کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوگی (تنبیہ) جس حیلہ سے کسی حکم شرعی یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اُس کی اجازت ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہ۔ **ف۵** یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں۔ **ف۶** انبیار کا امتیاز یہ ہے کہ اُنکی برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں اُن کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔ **ف۷** حضرت اسمٰعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گذر چکا۔ اور "الیسع" کہتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کے خلیفہ تھے اُن کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هٰذَا ۚ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ

روزی ہماری دی ہوئی اُسکو نہیں نبڑنا **ف۱** یہ سُن چکے **ف۲** اور تحقیق شریروں کے واسطے ہے بُرا ٹھکانا دوزخ ہے

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّ

جس میں اُنکو ڈالینگے، سو کیا بُری آرام کرنے کی جگہ ہے یہ ہے اب اُس کو چکھیں **ف۳** گرم پانی اور پیپ **ف۴** اور

اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۚ

کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں یہ ایک فوج ہے دھنستی آرہی ہے تمہارے ساتھ جگہ نہ ملیو اُن کو

اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۚ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

یہ ہیں گھسنے والے آگ میں وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو تم کو تم ہی پیش لائے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا

ہمارے یہ بلا سو کیا بُری ٹھہرنے کی جگہ ہے **ف۵** وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی لایا ہمارے پیش یہ سو بڑھا دے اُس کو

ضِعْفًا فِی النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿٦٢﴾

دونا عذاب آگ میں **ف۶** اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے اُن مردوں کو کہ ہم اُنکو شمار کرتے تھے بُرے لوگوں میں

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

کیا ہم نے اُنکو ٹھٹھے میں پکڑا تھا یا چوک گئیں اُن سے ہماری آنکھیں **ف۷** یہ بات ٹھیک ہونی ہے جھگڑا کرنا آپس میں

اَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ

دوزخیوں کا **ف۸** تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا

الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ

دباؤ والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اُنکے بیچ میں ہے زبردست گناہ بخشنے والا **ف۹** تو کہہ یہ

نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِیَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ

ایک بڑی خبر ہے کہ تم اُس کو دھیان میں نہیں لاتے **ف۱۰** مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی

الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾ اِذْ

مجلس کی جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں، مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں تو ڈر سنا دینے والا ہوں کھول کر **ف۱۱** جب

ع ٢٤ / ١٣

ف۸ یعنی یہ مذکور تو انبیار کا تھا۔ آگے عام متقین کا انجام سُن لو۔

ف۹ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب بہشت میں داخل ہونگے ہر کوئی بدون بتائے اپنے گھر میں چلا جائیگا"۔ آواز دے کر دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہ پڑیگی۔

ف۱۰ یعنی قسم قسم کے میوے، پھل اور پینے کی چیزیں حسب خواہش غلمان حاضر کرینگے۔

ف۱۱ یعنی سب عورتیں نوجوان ایک عمر ہونگی یا شکل و شمائل خُوبُو میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہونگی۔

فوائد صفحہ ہذا - **ف۱** یعنی غیر منقطع اور لازوال نعمتیں ہیں جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ "رزقنا اللہ منہا بفضلہ وکرمہ فانہ اکرم الاکرمین وارحم الراحمین"۔

ف۲ یعنی پرہیزگاروں کا انجام سُن چکے۔ آگے شریروں کا انجام سُن لو۔

ف۳ یعنی لو! یہ حاضر ہے۔ اب اس کا مزہ چکھیں۔

ف۴ "غساق" سے بعض نے کہا دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور اُن کی آلائشیں مُراد ہیں جس میں سانپوں بچھوؤں کا زہر ملا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک "غساق" حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو۔ گویا "حمیم" کی پوری ضد۔ واللہ اعلم۔

ف۵ یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی، جس وقت فرشتے اُنکو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کرینگے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا بعدہٗ اُنکے مقلدین و اتباع کی جماعت آئیگی۔ اس کو دُور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو! یہ ایک اور فوج دھنستی اور کھیتی ہوئی تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی یہیں آکر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دینگے کہ کمبختو! تمہی پر خدا کی مار ہو خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے، تم ہی تھے جن کے اغوار و ضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں۔ جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح ہو یہاں ہی سب مرو کھپو۔

ف۶ یعنی آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا۔ اُسکو دوزخ میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ اُس کا دوگنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائیگا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں؟ ایک دوسرے کو کوسنا اور پھٹکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا

ف۷ وہاں دیکھینگے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں جانیکے واسطے جمع ہوئے ہیں مگر جن مسلمانوں کو پہچانتے تھے اور سب سے زیادہ بڑا جان کر مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے، تو حیران ہو کر کہینگے کہ کیا ہم نے غلطی سے اُنکے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں، یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چُوک گئیں۔ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔ **ف۸** یعنی بظاہر یہ بات خلاف قیاس ہے کہ اُس افراتفری میں ایک دوسرے سے جھگڑیں عذاب کا ہولناک منظر کیسے دوسری طرف متوجہ ہونے دیگا لیکن یاد رکھو! ایسا ہو کر رہیگا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور حقیقت میں یہ اُنکے عذاب کی تکمیل ہے۔ **ف۹** میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ تم کو اُس آنیوالی خوفناک گھڑی سے ہشیار کردوں اور جو بھیانک مستقبل آنیوالا ہے اُس سے بیخبر نہ رہنے دوں۔ باقی سابقہ جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہ ہی اکیلا خدا ہے جسکے سامنے کوئی چھوٹا بڑا دم نہیں مار سکتا۔ ہر چیز اُسکے آگے دبی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین اور اُنکے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اُسکے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے اِن کو قائم رکھے جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے۔ اُس عزیز و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ اُسکے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے اور ساتھ ہی اُسکی لامحدود رحمت و بخشش کو کس کی مجال ہے، محدود کر دے۔ **ف۱۰** یعنی قیامت اور اُسکے احوال کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور یقینی خبر ہے جو میں تم کو دے رہا ہوں" عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ" (نبا۔ رکوع ۱) مگر افسوس ہے تم اُس کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیرخواہی

بقیہ فوائد صفحہ ۶۰۸ - کو کہا جاتا ہے دھیان میں نہیں لاتے۔ بلکہ اُلٹا مذاق اُڑاتے ہو کہ کب آئیگی کیونکر آئیگی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے اُسے جلد کیوں نہیں بلا لیتے۔ غیر ذٰلک
ف۱ "ملاءِ اعلیٰ" (اُوپر کی مجلس) ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جنکے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصریفات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملاءِ اعلیٰ میں نظام عالم کے فناء و بقاء کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے۔ مجھے اُس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرمادیا وہ بیان کردیئے۔ جو کچھ کہتا ہوں اُسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہ ہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنیوالے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کردوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئیگا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ نہ انذار کے لیے اِس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئیگی سب نے حضرت ابراہیمؑ پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰؑ پر حوالہ کیا اُنکی طرف سے بھی وہ ہی جواب ملا۔ آخر سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا فرمایا "وجبۃ الساعۃ" (عین قیامت کے وقوع کی گھڑی) تو مجھے بھی معلوم نہیں البتہ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے الخ اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ فرمایا۔ "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" یعنی میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ملاءِ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی کچھ بحث و تکرار رہتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں ایک طرح کی تکرار اور قیل و قال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ سے کئی مرتبہ سوال کرنا "فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى" اور آپ کا جواب دینا مذکور ہے۔ مگر وہاں کے مباحثات کا علم بجز وحی الٰہی کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ ہی ذریعہ ہے جس سے اہل نار کے تخاصم پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اسی سے ملاءِ اعلیٰ کے اختصام کی خبر لگی اور جو تخاصم ابلیس کا آدم کے معاملہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا ف۱ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳

اُس میں ایک اپنی جان ف۲ تو تم گر پڑو اُسکے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکھٹے ہو کر

اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ

مگر ابلیس نے ف۳ غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں (ن) ف۴ فرمایا اے ابلیس کس چیز نے روک دیا

اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝۷۵

تجھ کو کہ سجدہ کرے اُسکو جسکو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھ سے ف۵ یہ تُو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجہ میں ف۶

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۷۶ قَالَ

بولا میں بہتر ہوں اُس سے مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اُس کو بنایا مٹی سے ف۷ فرمایا

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۷۷ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۷۸

تو تُو نکل یہاں سے کہ تُو مردود ہوا ف۸ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اُس جزا کے دن تک ف۹

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۷۹ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۸۰

بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک کہ مُردے جی اُٹھیں ف۱۰ فرمایا تو تجھ کو ڈھیل ہے

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۲ اِلَّا

اُسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے ف۱۱ بولا تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کرونگا اُن سب کو مگر

عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝۸۴ لَاَمْلَئَنَّ

جو بندے ہیں تیرے اُن میں چُنے ہوئے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ف۱۲ مجھ کو

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۵ قُلْ مَآ اَسْـَٔـلُكُمْ

بھرنا ہے دوزخ تجھ سے اور جو اُن میں تیری راہ چلے اُن سب سے تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

اُس پر کچھ بدلہ اور میں نہیں اپنے آپ کو (ن) بنانے والا یہ تو ایک نصیحت ہے

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک یہ بھی تکرار تھی فرشتوں کی جو بیان فرمایا۔"

ف۲ یعنی ڈھانچہ ٹھیک تیار کر کے اپنی طرف سے ایک رُوح پھونکوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ "روحی" (اپنی جان) اس لئے فرمایا کہ آب و خاک سے نہیں بنی۔ عالم غیب سے آئی"۔ کچھ مضمون روح کے متعلق سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذرا ہے۔ وہاں روح کی اس اضافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

ف۳ یہ قصہ سورۂ "بقرہ" "اعراف" وغیرہ کئی سورتوں میں گذر چکا۔ اعراف کے فوائد میں ہم نے مفصل بحث کی ہے اُسے ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یہ (ابلیس اصل سے) جن تھا جو اکثر خدا کے حکم سے منکر ہیں۔ لیکن اب (اپنی کثرت عبادت وغیرہ کے سبب سے) رہنے لگا تھا فرشتوں میں۔"

ف۵ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی"۔ (سورۂ "مائدہ" میں پارۂ ششم کے ختم کے قریب "بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے) ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ و احوط ہے۔ ف۶ یا جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا۔ یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے۔ ف۷ سورۂ اعراف میں اس کا بیان گذر چکا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "آگ ہے گرم پُرجوش اور مٹی سرد ہے خاموش۔ ابلیس نے آگ کو اچھا سمجھا اللہ نے اس مٹی کو پسند رکھا۔" ف۸ یعنی بہشت میں فرشتوں کی صحبت میں جاتا تھا۔ اب نکالا گیا۔ ف۹ یعنی اُس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائیگی۔ بعدہٗ کیا ہوگا؟ اُس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آگے آتا ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ"۔ وہاں جو لعنت ہوگی یہاں کی لعنتیں اُس کے سامنے گرد ہو جائینگی۔ ف۱۰ یعنی صور کے دوسرے نفخہ تک۔ ف۱۱ یعنی پہلے نفخہ کے قریب تک۔ اُس کے بعد نہیں۔ ف۱۲ یعنی میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوتی ہیں۔

ف۱ یعنی نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اُس کی راہ مت چلو نبیوں کا کہنا مانو جو تمہاری بہی خواہی کے لئے آئے ہیں۔ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی صلہ یا معاوضہ نہیں مانگتا، نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کہتا ہوں۔ اللہ نے ایک فہمائش کی وہ تمہارے تک پہنچا دی تھوڑی مدت کے بعد تم خود معلوم کر لوگے کہ جو خبریں دی گئیں کہاں تک درست ہیں اور جو نصیحت کی گئی کیسی سچی اور مفید تھی۔

تم سورۃ صٓ بعون اللہ وحسن توفیقہ ولله الحمد والمنۃ۔

لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

سارے جہان والوں کو اور معلوم کر لوگے اُس کا احوال تھوڑی دیر کے پیچھے ف۱

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَمَانِيْ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ

اُتارنا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ف۲ ہم نے اُتاری ہے تیری طرف کتاب

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ

ٹھیک ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی خالص کر کر اُسکے واسطے بندگی سُنتا ہے اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص ف۳ اور

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ

جنہوں نے پکڑ رکھے ہیں اُس سے ورے حمایتی کہ ہم تو اُن کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف

زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ

قریب کے درجہ میں، بیشک اللہ فیصلہ کر دیگا اُن میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں ف۴ البتہ اللہ

لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

راہ نہیں دیتا اُس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا ف۵ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کر لے

لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾

تو چُن لیتا اپنی خلق میں سے جو کچھ چاہتا وہ پاک ہے ف۶ وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا ف۷

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

بنائے آسمان اور زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

دن کو رات پر ف۸ اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت پر

ف۲ چونکہ زبردست ہے اِس لئے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہینگے کوئی مقابل و مزاحم اسکے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اُس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ف۳ یعنی حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیئے جو شوائب شرک و ریا و غیرہ سے پاک ہو اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اُسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اُسی کے لئے ہو عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔

ف۴ عموماً مشرک لوگ یہ ہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا سے نزدیک ہو جائینگے اور وہ ہم پر مہربانی کریگا جس سے ہمارے کام بن جائینگے۔ اس کا جواب دیا کہ ان لچر پوچ حیلوں سے توحید خالص میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو، اور اہل حق سے اختلاف کر رہے ہو اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائیگا۔

ف۵ یعنی جس نے دل میں یہ ہی ٹھان لی کہ کبھی سچی بات کو نہ مانوں گا، جھوٹ اور ناحق ہی پر ہمیشہ اَڑا رہونگا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں ہی کی بندگی کرونگا۔ اللہ کی عادت ہے کہ ایسے بدباطن کو فوز و کامیابی کی راہ نہیں دیتا۔

ف۶ یہاں سے اُن کا رَدّ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں جیسا کہ نصاریٰ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ساتھ ہی تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ یا عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال اللہ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لئے چُنتا۔ کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اُسی کی مخلوق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں۔ پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے۔ اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا اِرادہ کرنا بھی محال ہوگا۔ علاوہ بریں فرض کیجئے یہ چیز محال نہ ہوتی تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ جب مخلوق میں سے انتخاب کی ٹھہرتی تو اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے گھٹیا چیز انتخاب کرتا اور بڑھیا اولاد چُن چُن کر تمہیں دے دیتا۔

ف۷ یعنی ہر چیز اُس کے سامنے دبی ہوئی ہے اُس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اُسے حاجت، پھر اولاد بنانا آخر کس غرض سے ہوگا۔

ف۸ مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو، معلوم ہوگا کہ اُفق سے ایک چادر تاریکی کی اُٹھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹتی جاتی ہے۔ اسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اُجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے دھکیلتا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ایک پر دوسرا چلا آتا ہے۔ توڑا نہیں پڑتا"۔

اَلَا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا

سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا ف۱ بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا اسی سے

زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ

اُس کا جوڑا ف۲ اور اُتارے تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ نر مادہ ف۳ بناتا ہے تم کو ماں کے

اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ

پیٹ میں ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے ف۴ تین اندھیروں کے بیچ ف۵ وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا

الۡمُلۡكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ۝۶ اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ

راج ہے کسی کی بندگی نہیں اُسکے سوائے، پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو ف۶ اگر تم منکر ہوگے تو اللہ

غَنِىٌّ عَنۡكُمۡ ۖ وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ

پروا نہیں رکھتا تمہاری اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا ف۷ اور اگر اُس کا حق مانوگے تو اُسکو تمہارے لیے

لَكُمۡ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ

پسند کریگا ف۸ اور نہ اُٹھائیگا کوئی اُٹھانیوالا بوجھ دوسرے کا ف۹ پھر اپنے رب کی طرف تم کو پھر جانا ہے تو وہ جتلائیگا تم کو

بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۝۷ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ

جو تم کرتے تھے مقرر اُس کو خبر ہے دلوں کی بات کی ف۱۰ اور جب آلگے انسان کو

ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيۡبًا اِلَيۡهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ نَسِىَ مَا كَانَ

سختی پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اُسکی طرف پھر جب بخشے اُسکو نعمت اپنی طرف سے بھول جائے اُس کو کہ جس کیلیے

يَدۡعُوۡۤا اِلَيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ

پکار رہا تھا پہلے سے اور ٹھہرائے اللہ کی برابر اوروں کو تاکہ بہکائے اُس کی راہ سے ف۱۱

قُلۡ تَمَتَّعۡ بِكُفۡرِكَ قَلِيۡلًا ۖ اِنَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ

تو کہہ برت لے ساتھ اپنے کفر کے تھوڑے دنوں، تو ہے دوزخ والوں میں ف۱۲ بھلا ایک جو بندگی میں

اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ

لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور اُمید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی تو کہہ

ف۱ یعنی اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم کیا اور تھام رکھا ہے لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے۔ لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگذر کرنے والا ہے اپنی شان عفو و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

ف۲ یعنی آدم علیہ السلام اور اُن کا جوڑا حضرت حوا۔

ف۳ یعنی تمہارے نفع اُٹھانے کے لئے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ اُونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا۔

ف۴ یعنی بتدریج پیدا کیا۔ مثلاً نطفہ سے علقہ بنایا، علقہ سے مضغہ بنایا پھر ہڈیاں بنائیں، اور اُن پر گوشت منڈھا، پھر رُوح پھونکی۔

ف۵ ایک پیٹ دوسرا رحم، تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ وہ جھلی بچہ کے ساتھ نکلتی ہے۔

ف۶ یعنی جب خالق، رب، مالک اور مَلِک وہ ہی ہے تو معبود اُسکے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدائے واحد کے لئے ان صفات کا اقرار کرنے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی مطلب کہ اتنا قریب پہنچ کر کدھر پھرے جاتے ہو۔

ف۷ یعنی کافر بن کر اُس کے انعامات و حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اُس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر و منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو اُن کے لئے ناپسند کرتا ہے۔

ف۸ یعنی بندے اُس کا حق مان کر مطیع و شکر گذار بنیں۔ یہ بات اُس کو پسند ہے جس کا نفع اُن ہی کو پہنچتا ہے۔

ف۹ یعنی ناشکری کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے، ایسا اندھیر اُسکے یہاں نہیں۔ جو کریگا سو بھریگا۔

ف۱۰ یعنی وہاں جا کر سب کے اچھے بُرے عمل سامنے رکھ دیے جائینگے۔ کوئی چھوٹا بڑا کام گم نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اُسے بھی جانتا ہے۔

ف۱۱ یعنی انسان کی حالت عجیب ہے مصیبت پڑے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام اور اطمینان نصیب ہوا معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا۔ عیش و تنعم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور اُن کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

ف۱۲ یعنی اچھا کافر رہ کر چند روز یہاں اور عیش اُڑا لے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ
کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ سوچتے وہی ہیں
أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ
جن کو عقل ہے ف۱ تو کہہ اے بندو میرے ف۲ جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے جنہوں نے
أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا
نیکی کی اس دنیا میں اُن کے لئے ہے بھلائی ف۳ اور زمین اللہ کی کشادہ ہے صبر
يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ
کرنے والوں ہی کو ملتا ہے اُن کا ثواب بے شمار ف۴ تو کہہ مجھ کو حکم ہے کہ بندگی کروں
اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾
اللہ کی خالص کر کر اُسکے لئے بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار ف۵
قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ
تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے ف۶ تو کہہ میں اللہ کو پوجتا ہوں
مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ
خالص کر کر اپنی بندگی اُسکے واسطے اب تم پوجو جس کو چاہو اُس کے سوائے ف۷ تو کہہ بڑے ہارنے والے وہ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
جو ہار بیٹھے اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن سنتا ہے یہی ہے صریح
الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ
ٹوٹا ف۸ اُن کے واسطے اوپر سے بادل ہیں آگ کے اور نیچے سے بادل ف۹ اس چیز
يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ
سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میرے تو مجھ سے ڈرو ف۱۰ اور جو لوگ بچے شیطانوں سے
أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِينَ
کہ اُن کو پوجیں اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف اُنکے لئے ہے خوشخبری ف۱۱ سو تو خوشی سنادے میرے بندوں کو جو

ف۱ یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اُس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اُس کے دل کو بیقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس بات کو بھی وہ ہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

ف۲ یعنی اللہ کی طرف سے یہ پیام پہنچا دو۔

ف۳ یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اُس کے لئے بھلائی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے نیکی کی اُس کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھلائی ملیگی ظاہری یا باطنی۔

ف۴ یعنی اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ جہاں آزادی سے اُس کے احکام بجا لا سکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑینگی۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑیگا، لیکن یاد رہے کہ بیشمار ثواب بھی ملیگا تو صبر کرنے والوں ہی کو ملیگا۔ اُس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔

ف۵ چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس اُمت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکمبردار بندے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

ف۶ یعنی مجھ جیسا معصوم و مقرب بھی اگر بفرض محال نافرمانی کرے تو اُس دن کے عذاب سے مامون نہیں تا بدیگراں چہ رسد۔

ف۷ یعنی میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اُسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہو پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا۔ آگے اُسے کھولتے ہیں۔

ف۸ یعنی مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو۔ سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔

ف۹ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔

ف۱۰ یعنی سمجھ لو۔ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔

ف۱۱ یعنی جنہوں نے شیطانوں کا کہنا نہ مانا اور سب شرکا سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ ان کے لئے ہے بڑی بھاری خوشخبری۔

ف۱ یعنی سب طرح کی باتیں سُنتے ہیں۔ پھر اُن میں جو بات اچھی ہو اُس پر چلتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ خدا کی بات سُنتے ہیں اور اُس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں اُن پر عمل کرتے ہیں مثلاً ایک چیز رخصت واباحت کی سُنی، دوسری عزیمت کی، تو عزیمت کی طرف جھپٹتے ہیں۔ رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ یا یوں ترجمہ کرو کہ اللہ کا کلام سُن کر اُس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اُس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ کذا قال المفسرون حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک اور طرح اس کا مطلب بیان کیا ہے "چلتے ہیں اُس کے نیک پر یعنی حکم پر چلنا کہ اُس کو کرتے ہیں۔ اور منع پر چلنا کہ اُس کو نہیں کرتے۔ اُس کا کرنا نیک ہے اِس کا نہ کرنا نیک ہے۔"

ف۲ یعنی کامیابی کا راستہ ان ہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لیکر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

ف۳ یعنی جن پر اُن کی ضد وعناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہوچکا، کیا وہ کامیابی کا راستہ پاسکتے ہیں۔ بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گرچکے ہوں، کون آدمی راہ پر لاسکتا ہے اور کون آگ سے نکال سکتا ہے۔

ف۴ یہ جنت کے درجات کی طرف اشارہ ہوا۔ اور یہ کہ وہ سب تیار ہیں۔ نہ یہ کہ قیامت کے روز تیار کئے جائینگے۔

ف۵ یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور زمینوں کے مسام میں جذب ہوکر چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے باقی اگر چشموں کے حدوث کا کوئی اور سبب بھی ہو، اُس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔

ف۶ یا مختلف قسم کی کھیتیاں مثلاً گیہوں چاول وغیرہ۔

ف۷ یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی، پھر چورا چورا کیا گیا۔ یہ ہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہیئے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مغتوں ہوکر انجام سے غافل نہ ہوجائے جیسے کھیتی مختلف اجزا سے مرکب ہے۔ مثلاً اُس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے۔ اور ہر ایک جزء سے منتفع ہونا بدون اِسکے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اُسکو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانا پر پہنچائیں۔ اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی، راحت، تکلیف وغیرہ سب ملی جُلی ہیں۔ ایک وقت آئیگا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کیجائے پھر اُس میں سے ہر ایک جزء کو اُس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے، نیکی اور راحت اپنے مرکز ومستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جاملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کرسکتے ہیں۔ نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہوگیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کردیے وہ ہی جنت کے محلات میں نہایت قرینہ کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کردیگا۔

ف۸ یعنی دونوں برابر کہاں ہوسکتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اُسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک وشبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اُس کو توفیق وبصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی۔ جس کے اُجالے میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اُڑا چلا جارہا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اُس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اُسکے اندر گھسے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام واہواء اور رسوم وتقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔

يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ

سُنتے ہیں — بات — پھر چلتے ہیں اُس پر جو اُس میں نیک ہے، ف۱ وہی ہیں جن کو — رستہ دیا

اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿١٨﴾ أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

اللہ نے — اور وہی ہیں — عقل والے ف۲ — بھلا جس پر ٹھیک ہوچکا — عذاب کا حکم

أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ

بھلا تو خلاص کرسکے گا اُسکو جو آگ میں پڑچکا ف۳ — لیکن — جو — ڈرتے ہیں — اپنے رب سے — اُنکے واسطے ہیں

غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ

جھروکے — اُنکے اُوپر اور — جھروکے — چُنے ہوئے ف۴ — اُن کے نیچے — بہتی ہیں ندیاں — وعدہ ہوچکا

اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اللہ کا — اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ — تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اُتارا — آسمان سے — پانی

فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ

پھر چلایا وہ پانی چشموں میں — زمین کے ف۵ — پھر نکالتا ہے اُس سے کھیتی — کئی کئی رنگ بدلتے اُس پر ف۶ پھر

يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ

آئے تیاری پر تو تُو دیکھے اُس کا رنگ زرد، پھر کرڈالتا ہے اُس کو چورا چورا — بیشک اس میں نصیحت — ہے

لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ

عقلمندوں کے واسطے ف۷ — بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے — سو وہ روشنی میں

نُورٍ مِنْ رَبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ

ہے — اپنے رب کی طرف سے، سو خرابی ہے اُن کو جن کے دل سخت ہیں — اللہ کی یاد سے — وہ

فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ

پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح ف۸ — اللہ نے اُتاری بہتر — بات — کتاب ف۹ آپس میں ملتی — دوہرائی ہوئی ف۱۰

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ

بال کھڑے ہوتے ہیں اُس سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے ہیں — اپنے رب سے — پھر نرم ہوتی ہیں — اُن کی کھالیں

ف۹ یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔

ف۱۰ یعنی صحیح، صادق، مضبوط، نافع معقول اور فصیح وبلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں۔ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہے، مضامین میں کوئی اختلاف وتعارض نہیں۔ بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری کی طرف لوٹانے سے صحیح تفسیر معلوم ہوجاتی ہے۔ القرآن یفسر بعضہ بعضاً اور "مثانی" یعنی دُہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے احکام اور مواعظ وقصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا اچھی طرح دلنشین ہو جائیں۔ نیز تلاوت میں بار بار آیتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے "متشابہ" و "مثانی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بعض آیات میں ایک ہی طرح کے مضمون کا سلسلہ دُور تک چلا جاتا ہے وہ متشابہ ہوئیں اور بعض جگہ ایک نوعیت کے مضمون کے ساتھ دوسرے جملہ میں اُس کے مقابل کی نوعیت کا مضمون بیان کیا جاتا ہے مثلاً "إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ" یا "نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ" یا "وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ"۔ ایسی آیات کو مثانی کہیں گے کہ ان میں دو مختلف قسم کے مضمون بیان ہوئے۔

ف۱ یعنی کتاب اللہ سُن کر اللہ کے خوف اور اُس کے کلام کی عظمت سے اُنکے دل کانپ اُٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑجاتی ہیں مطلب یہ کہ خوف و رُعب کی کیفیت طاری ہوکر اُن کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جُھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد اُنکے بدن اور رُوح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے یہ حال اقویائے کاملین کا ہوا۔ اگر کبھی ضعفاء و ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات و احوال طاری ہوجائیں مثلاً غشی یا صعقہ وغیرہ تو اُس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ انکی تفضیل اُن پر لازم آتی ہے۔ بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہوجانا عموماً وارد کی قوت اور مورد کے ضعف کی دلیل ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مُصرّح ہے واللہ اعلم۔ ف۲ یعنی جس کے لئے حکمت الٰہی مقتضی ہو اس طرح کامیابی کے راستے کھول دیے جاتے ہیں اور اس شان سے منزل مقصود کی طرف لے چلتے ہیں۔ اور جس کو سوء استعداد کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے۔ آگے کون ہے جو اُس کی دستگیری کر سکے۔ ف۳ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو تو ہاتھوں پر روکتا ہے لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہونگے، اس لیے عذاب کی تھپیڑیں سیدھی منہ پر پڑینگی۔ تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے اور اس سے کہا جائے کہ اب اس کام کا مزہ چکھ جو دنیا میں کیے تھے۔ کیا اُس مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف اور گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں، اللہ کے فضل سے مطمئن اور بیفکر ہے۔ ہرگز نہیں۔

وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
اور اُنکے دل اللہ کی یاد پر ف۱ یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ
اور جس کو راہ بھلائے اللہ اُس کو کوئی نہیں سجھانے والا ف۲ بھلا ایک وہ جو روکتا ہے اپنے منہ پر بُرا
الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾
عذاب دن قیامت کے اور کہے گا بے انصافوں کو چکھو جو تم کماتے تھے ف۳
كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾
جھٹلا چکے ہیں اُن سے اگلے پھر پہنچا اُن پر عذاب ایسی جگہ سے کہ اُنکو خیال بھی نہ تھا
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْىَ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ
پھر چکھائی اُن کو اللہ نے رسوائی دنیا کی زندگی میں اور عذاب آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ
اگر ان کو سمجھ ہوتی ف۴ اور ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے اس قرآن میں سب
كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۚ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ
چیز کی مثل تاکہ وہ دھیان کریں قرآن ہے عربی زبان کا جس میں
عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ
کجی نہیں تاکہ وہ بچ کر چلیں ف۵ اللہ نے بتلائی ایک مثل ایک مرد ہے کہ اس میں شریک ہیں
مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ
کئی ضدی اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل ف۶
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ
سب خوبی اللہ کے لیے ہے پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۷ بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی
مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع
مرتے ہیں پھر مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے ف۸

ف۴ یعنی بہت قومیں تکذیب انبیاء کی بدولت دنیا میں ہلاک اور رسوا کی جاچکی ہیں۔ اور آخرت کا اشد عذاب جوں کا توں رہا۔ تو کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ اُن کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائیگا۔ ہاں سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے۔

ف۵ یعنی اُن کا نہ سمجھنا اپنی غفلت اور حماقت سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے تا لوگ اُن میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اُس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ اُس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ سیدھی اور صاف باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلال اور کجی اُسکے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے، نہ اُن کا ماننا مشکل، اور جن چیزوں پر عمل کرانا چاہتا ہے نہ اُن پر عمل کرنا محال، غرض یہ ہے کہ لوگ بسہولت اُس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی و عملی غلطیوں سے بچ کر چلیں۔ اور صاف صاف نصیحتیں سُن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔

ف۶ یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہیں۔ اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق، بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہے، چاہتا ہے کہ غلام تنہا اُسکے کام میں لگا رہے دوسرے شرکاء سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اُس کے جو غلام پورا ایک کا ہو، اُسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مشرک اور مُوحد کو سمجھ لو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف موحّد کی کل توجہات و خیالات اور دوا دوش کا ایک مرکز ہے۔ وہ پوری جمعی کے ساتھ اُس کے خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اُس کی خوشنودی کے بعد کسی کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ اکثر مفسرین نے اس مثال کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ایک غلام جو کئی کا ہو، کوئی اُسکو اپنا نہ سمجھے، تو اُس کی پوری خبر نہ لے، اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو، وہ اُس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے۔ یہ مثال ہے اُنکی جو ایک رب کے بندے ہیں، اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔"

ف۷ یعنی سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین امثال و شواہد سے سمجھا دیتے ہیں مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔

ف۸ یعنی جیسے مشرک اور موحد میں جو اختلاف ہے اُس کا اثر قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر ہوگا جس وقت پیغمبر اور امتی سب اکٹھے کیے جائیں گے اور کفار، انبیاء اور مؤمنین کے مقابلہ میں جھگڑے اور حجتیں نکالینگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کافر منکر ہونگے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا پھر فرشتوں کی گواہی اور زمین و آسمان کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہوگا" کہ اس ادعا میں جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام جھگڑوں کا فیصلہ بھی اُس دن پروردگار کے سامنے ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ لفظ "اختصام" کو عام رکھا جائے تا احادیث و آثار کے خلاف نہ ہو۔